اذانِ مغرب و اقامت
کے مابین وقفہ
ظہور احمد فیضی
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)
۳۸۔ اردو بازار لاہور

نام کتاب : اذانِ مغرب واقامت کے مابین وقفہ

تصنیف : قاری ظہور احمد فیضی

پروف ریڈنگ : علامہ محمد لطیف فیضی

کمپوزنگ : محمد طاہر فیضی ، محمد احمد ظہور

اشاعت اول : جولائی 2007ء

قیمت : -/75 روپے

ملنے کے پتے:

- مکتبہ باب العلم: جامعہ صوت القرآن، مسجد الفاروق 20 درس روڈ باغبانپورہ، لاہور
- مکتبۃ خورشیدِ ملّت: عقب کینال ریسٹ ہاؤس، اوچ شریف (بہاول پور)
- مَرْکَزِ عَلِی ؓ : اُوچ شریف (بہاول پور)





بسم اللہ الرحمن الرحیم

# لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔“

(الاحزاب:۲۱)





# اِنتِسَاب

راقم الحروف اپنی اس کاوش کو اس مبارک ہستی سے منسوب کرنے میں باعثِ فلاح سمجھتا ہے جو واقعۃً سید المدرسین، رئیس المتکلمین اور اُستاذ العلماء ہیں، جو زھد و ورع اور علم و عمل میں مطابقت اور تعلیمی و تدریسی استقامت کے لحاظ سے عصر حاضر میں ارشادِ نبوی ”فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى أَدْنَاكُمْ“ (عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر) کے بدرجۂ اتم مصداق ہیں۔ یعنی میرے دادا اُستاذ:

**شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ارشاد احمد نقشبندی مدظلہ العالی ومتّعنا اللّٰہ تعالٰی بعلومہٖ وفیوضہ،**

سابق سید المدرسین جامعہ سعیدیہ کاظمیہ، ظاہر پیر، حال مقیم میاں چنوں، خانیوال۔

یہ احقر آپ کے تلمیذِ ارشد و اکبر اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عبد القادر سعیدی** دامت فیوضہ، ساکن ظاہر پیر، حال مقیم بھونگ شریف (رحیم یار خان) کا ادنیٰ ترین شاگرد ہے۔

یقیناً علم و عمل کے امین ایسے علماءِ حق کی شفاعت سے مجھ ایسے گنہگار ایسی کثرت سے بخشے جائیں گے کہ اہلِ محشر کو گمان ہوگا کہ کوئی نبی ہے جو اپنی اُمت کو لیکر جا رہا ہے۔

ع، گر قبول افتد زہے عز و شرف

علماءِ حق کی شفاعت کا ادنیٰ اُمیدوار:

ظہور احمد فیضی، اوچ شریف، حال مقیم، لاہور

# سببِ تالیف

آج کل راقم الحروف ایک مقام پر درسِ حدیث دینے کے لیے جاتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ وہاں میری اپنی روحانی تربیت ہوتی ہے، کیونکہ وہاں جو شخصیت جلوہ فرما ہے انہیں حسنِ سلوک، خلقِ خدا کی تعظیم اور ہر انسان کو اس کی حیثیت کے مطابق توجہ بخشنے اور مقام دینے کی جو جبلی اور فطری مہارتِ تامہ حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی تمام تعلیم کا مقصدِ اعلیٰ یہی چیز ہے۔ خصوصاً احقر کو وہاں سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ میرے دل میں جو عظمتِ حدیث موجود تھی وہ اور بڑھ گئی۔ اس لیے کہ حضرت کو جوادِ ازل ﷻ کی بارگاہ سے رقتِ قلبی کی وافر نعمت حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف سنتے وقت آپ پر اکثر رقت طاری ہو جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسے مبارک مواقع پر جس رحمت کا نزول ہوتا ہے اس سے تمام اہل مجلس اپنی اپنی استعداد کے مطابق بہرہ ور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں میں محسوس کرتا ہوں کہ حضرت کے اعلیٰ کردار اور پُر وقار تواضع سے میرے اندر تکبر کا جو عفریت تھا اور مزاج کی تلخی کا جو بت تھا وہ دم توڑنے لگا ہے۔ الغرض حقیقت یہ ہے کہ یہ احقر وہاں گفتار لے کر جاتا ہے اور کردار لے کر آتا ہے۔

مزید برآں اس احقر پر یہ کرم بھی ہو رہا ہے کہ حضرت کے سینہ میں جو متعدد بزرگانِ دین کے روحانی فیوضات کا خزینہ موجود ہے، اس سے بتدریج اس عاجز کا سینہ بھی منور ہو رہا ہے، اور دستور بھی یہی ہے کہ روحانی فیض سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا:

جو آگ کی خاصیت ہے وہی عشق کی خاصیت ہے
اک خانہ بہ خانہ ہے، اک سینہ بہ سینہ ہے



موصوف کتاب وسنت کا یہ فیضان ہر ایک انسان تک پہنچانے کے جذبہ کے پیشِ نظر آج کل ایک عظیم الشان ہال کی تعمیر میں مگن ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس ہال میں ہر طرح کے مذہبی تعصب اور مکاتبِ فکر کی منافرت سے آزاد رہتے ہوئے اور تمام آداب وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب وسنت کا درس ہوا کرے گا۔

آمدم برسرِ مطلب: حضرت صاحب کے ہاں اذانِ مغرب کے بعد دو تین منٹ وقفہ کرنے کا معمول ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا، جس میں کم علمی کے باعث تعلّی اور تحدّی (چیلنج) کی آمیزش بھی تھی۔ سو ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے۔ بالآخر یہ ذمہ داری راقم الحروف کو سونپی گئی۔

ہر چند کہ اس وقت یہ احقر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "خصائص علی ؓ" کے ترجمہ، تخریج، تحقیق اور تشریح میں مشغول تھا، اور اہلِ قلم پر مخفی نہیں ہے کہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہونا، پھر پہلے موضوع کی طرف پلٹنا کس قدر دشوار ہوتا ہے، تاہم ایک سچے عاشقِ رسول، محبِ قرآن اور محبِ اہل بیت کی خواہش کی تعمیل میں بھی تو فلاحِ دارین کی ضمانت میسر ہو سکتی ہے۔ اس لیے یہ ناکارہ موصوف کے حکم کی تعمیل میں اس مسئلہ کی تحقیق کے درپے ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک مستقل رسالہ کا مواد مہیا ہو گیا۔ وہ مواد موصوف کو پیش کیا گیا تو فرمایا کہ اسے ترتیب دے کر شائع کرایا جائے۔ راقم الحروف جس ہستی کا ذکر کر رہا ہے الحمد للہ وہ مرجعِ خلق ہیں اور ہمہ وقت کتاب وسنت کا فیض لٹا رہے ہیں۔ یعنی:

**منبعِ اخلاق وشرافت، پیکرِ لطف وعنایت، مرکزِ شفقت ومحبت حضرت قبلہ قاری نیاز احمد سعیدی، سہروردی حفظہ اللہ تعالیٰ وادام ظلہٗ**

(شاہدرہ، نزد ریلوے مال گودام، لاہور)

سو یہ رسالہ آپ کی تحریک سے تحریر ہوا اور آپ ہی کی مبارک توجہ سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچا۔ دعا کیجئے کہ اللہ ﷻ آپ کو دنیا و آخرت کی ہر خیر، ہر سعادت اور ہر نعمت عطا فرمائے، اور ہر شر، ہر شقاوت اور ہر مصیبت سے محفوظ فرمائے۔ خصوصاً آپ کی والدہ ماجدہ کے لیے دعا کیجئے کہ وہی حضرت کی مربیہ اول، معلمۂ اور محسنۂ اول ہیں۔ یہ سب اُنہیں کی شفقتوں، کرم نوازیوں اور دُعاؤں کا صدقہ ہے کہ موصوف دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

اللہ کریم ﷻ دنیا میں آپ کے وقار میں مزید اضافہ فرمائے، کونین میں آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ کی والدہ اور آپ کے تمام اقرباء کو غریق رحمت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اور اس کارِ خیر کو آپ کی طرف سے آپ کی والدہ کے لیے صدقۂ جاریہ فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ حبیبک نبیک الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔



# فہرست مضامین

# حَمْدوصَلوٰۃ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْعَلِیْمِ الْخَبِیْرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْبَشِیْرِ النَّذِیْرِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَمَصَابِیْحِ الْحَیَاۃِ، وَرَضِیَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَنْ اَئِمَّۃِ الْاِجْتِھَادِ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ صَحْبًا وَّتَابِعِیْنَ وَتَابِعِیْھِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ:

بشمول اذانِ مغرب ہراذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کرنا مشروع ہے، لیکن دورِ حاضر میں اذانِ مغرب کے بعد کسی قسم کا کوئی وقفہ نہیں کیا جاتا اور فوراً اقامت کہدی جاتی ہے۔ اگر کسی مسجد میں کچھ وقفہ کیا جائے تو اُسے خلافِ شریعت گردانا جاتا ہے، اور بعض لوگ اس وُقفہ کے خلاف جذباتی انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کا تجزیہ لیا جائے تاکہ عام اہلِ اسلام اس مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور ان کے درمیان کسی قسم کے نزاع یا رنجش وغیرہ کو راہ نہ ملے۔

واضح رہے کہ یہ مسئلہ کتاب وسنت، فقہاء کرام کے استنباط، محدثین کرام رحمہم اللہ کی



تشریح اور قیاس کی روشنی میں بیان ہوگا اور فیصلہ ہماری عقل پر نہیں بلکہ اسلاف کرام رحمہم اللہ کے فرمودات کی روشنی میں ہوگا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (حٰم السجدۃ : ۳۳)

''اور اُس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے بلایا اللہ کی طرف اور نیک عمل کیے اور کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔''

چونکہ قرآن کریم ذو وجوہ (متعدد تفسیروں کا احتمال رکھنے والی) کتاب ہے اس لیے ہمارے اسلاف کرام رحمہم اللہ کی فہم کے مطابق قرآن کریم کی اس آیت سے اس مسئلہ کا ثبوت یوں فراہم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اس کی متعدد تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس میں اذان اور مؤذن کی شان بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، ابن عمر، عکرمہ اور قیس بن ابی حازم رحمہم اللہ کے مطابق یہ آیت فقط مؤذنین کی شان میں اتری ہے۔

امام ابن ابی شیبہ از محمد بن نافع سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا اَرٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ اِلَّا فِی الْمُؤَذِّنِیْنَ۔

''میں سمجھتی ہوں کہ یہ آیت فقط مؤذنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔'' (۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ آیت مؤذنین کی شان میں نازل ہوئی ہے تو پھر اس کی

---

(۱) ۱۔ المصنف، لابن ابی شیبۃ ج۱ ص ۲۰۴، رقم الحدیث ۲۳۴۸، ۲۳۴۷۔
۲۔ معالم التنزیل فی التفسیر والتأویل للبغوی ج ۴ ص ۱۱۴۔
۳۔ تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) ج ۴ ص ۱۰۹۔
۴۔ الدر المنثور فی التفسیر المأثور للسیوطی ج ۷ ص ۳۲۵۔

تفسیر کیا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہی اس کی تفسیر میں فرماتی ہیں:

"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ" (اور اس شخص سے بہتر کس کا کلام ہے جس نے بلایا اللہ کی طرف) سے مراد مؤذن ہے، اور "وَعَمِلَ صَالِحًا" سے مراد ہے "رَکْعَتَانِ فِیْمَا بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ" (اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نفل پڑھنا)۔"(۱)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس آیت کے الفاظ "وَعَمِلَ صَالِحًا" سے ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا قول کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی دو رکعت پڑھی جائیں گی۔ سو اگر واقعی مغرب کی اذان اور اقامت کے مابین دو رکعت کا پڑھنا ثابت ہو جائے تو پھر اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان بھی مناسب وقفہ از خود ثابت ہو جائے گا، اور بلا شبہ یہ دوگانہ معتبر کتب حدیث اور مذاہب اربعہ کے محققین علماء کی تصریحات سے ثابت ہے، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

اب ہم اذان کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کر کے اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔

## اذان کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

لغوی طور پر ہر طرح کے اعلان کو اذان کہا جاتا ہے لیکن اصطلاحِ شریعت میں نماز کے وقت آجانے پر مخصوص الفاظ کو بہ آواز بلند ادا کرنا اذان ہے۔

---

(۱) ۱۔ جامع البیان عن تأویل آي القرآن، للطبری ج۲۴ ص۱۴۸۔

۲۔ الوسیط، للواحدی ج۴ ص۳۵۔

۳۔ الدر المنثور ج ۷ ص ۳۲۵۔

۴۔ تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۰۹۔



امام عبداللہ بن محمود الموصلی اور دوسرے علماء کرام لکھتے ہیں:

ھُوَفِی اللُّغَۃِ مُطْلَقُ الْاِعْلَامِ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ. (التوبۃ: ۳) وَفِی الشَّرْعِ: اَلْاِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلَاۃِ بِاَلْفَاظٍ مَّعْلُوْمَۃٍ مَّاْثُوْرَۃٍ عَلٰی صِفَۃٍ مَّخْصُوْصَۃٍ.

''لغت میں مطلق اعلان کو اذان کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اعلانِ عام ہے اللہ ﷻ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے'' [التوبۃ: ۳] اور شریعت میں معیّن الفاظِ نبوی (ﷺ) کے ساتھ مخصوص طرز پر نماز کے وقت سے آگاہ کرنا اذان ہے۔''(۱)

## اذان کہنے کا مقصد

اس شرعی معنیٰ سے معلوم ہوا کہ اذان محض اطلاع پہنچانے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا بُلاوا ہے، جس کے ذریعہ لوگوں کو بروقت جمع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: "حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" (آؤ نماز کی طرف، آؤ کونین کی کامیابی کی طرف)۔ پھر ایسا تو نہیں کہ لوگ اعلان (اذان کی آواز) سنتے ہی مسجد کی طرف بھاگے چلے آئیں بلکہ شرط ہے کہ انہیں، جس عظیم الشان عمل کے لیے بلایا گیا ہے اس کی ادائیگی کے لیے پہلے پاکیزہ ہوں، جس کے لیے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر دو طرح کی طہارت فرض ہے۔

(۱) طہارتِ کبریٰ، یعنی غسلِ جنابت۔

(۲) طہارتِ صغریٰ، یعنی وضو۔

---

(۱) ۱۔ الاختیار علی تعلیل المختار، للموصلی ج۱ ص۵۷۔

۲۔ حاشیۃ الشلبی علی بحر الرائق ج۱ ص۸۹۔

۳۔ رد المحتار، لابن عابدین شامی ج۲ ص۴۳، ۴۴۔

ظاہر ہے کہ مسلمان انسان کو طہارتِ کبریٰ کے حاصل کرنے کی اتنی بار ضرورت نہیں پڑتی جتنی بار اُسے طہارتِ صغریٰ (وضو) کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے کہ طہارتِ کبریٰ کی بہ نسبت طہارتِ صغریٰ کے لازم ہونے کے اسباب زیادہ ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اکثر مسلمان ہر وقت باوضو نہیں رہتے، وہ صرف اُس وقت وضو بناتے ہیں جب اذان سنتے ہیں، لہٰذا عقل وفطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اذان کے بعد لوگوں کو اِتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ طہارت وغیرہ حاصل کر کے نماز کے لیے تیار ہوسکیں، اور چونکہ شریعت کا کوئی حکم عقل وفطرت کے خلاف نہیں ہے اس لیے شریعت میں اس بات (وقفہ) کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور اذان کہنے والے کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اذان کے بعد اِتنا وقفہ ضرور دے کہ لوگ کھانے، پینے اور دوسری ضرورتوں سے فارغ ہو کر نماز باجماعت کے لیے مسجد میں پہنچ سکیں، جیسا کہ اس سلسلے میں آگے احادیث آرہی ہیں، لیکن یہ وقفہ دوسری نمازوں کے مقابلہ میں نمازِ مغرب کے وقت کچھ کم ہوتا ہے۔

## اذانِ مغرب کے بعد وقفہ

ہر چند کہ نمازِ مغرب کا وقت دوسری نمازوں کے مقابلہ میں کم ہے لیکن اتنا کم بھی نہیں جتنا عام لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ عام لوگوں نے اِس وقت کو اِس قدر قلیل سمجھ رکھا ہے کہ وہ اذانِ مغرب اور اِقامت کے درمیان معمولی سے معمولی وقفہ کے روادار بھی نہیں رہے، اور اِس قدر حساس ہوگئے ہیں کہ اگر کسی مسجد میں دو تین منٹ کا وقفہ کیا جائے تو اُودھم مچادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلافِ شریعت ہوگیا۔ لہٰذا اس سے قطع نظر کہ نمازِ مغرب کا وقت کتنا ہے، یہاں ہم فقط اِس امر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ اذانِ مغرب اور اِقامت کے درمیان وقفہ کرنے یا نہ کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے، آیا یہ وقفہ ثابت بھی ہے یا نہیں، اور اگر ثابت ہے تو اس کی



مقدار کیا ہے؟

چونکہ پاک وہند میں اکثریت حنفی حضرات کی ہے اس لیے اِس سلسلے میں سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا قول پیش کرنا زیادہ مناسب ہے۔

## امام اعظم ؒ سے اِس وقفہ کی مقدار

بلاشبہ دوسری نمازوں کی طرح اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان بھی شرعی طور پر وقفہ ثابت ہے، اور مؤذن کے لیے حکم ہے کہ وہ وقفہ کر کے نمازیوں کی انتظار کرے، لیکن اِس کی مقدار دوسری نمازوں کی بہ نسبت کچھ کم ہے۔ کتنی ہے؟ اِس میں فقہاء احناف ؒ کے دو قول ہیں۔ ایک قول امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ؒ کا ہے اور دوسرا قول آپ کے دو تلامذہ (جنہیں صاحبین کہا جاتا ہے یعنی امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم ؒ) کا ہے۔ پہلے ہم امام اعظم ؒ کا اور بعد میں صاحبین ؒ کا قول نقل کریں گے، اور پھر احادیث اور علماء احناف کے حوالے سے وضاحت کریں گے کہ اِن دونوں قولوں میں سے راجح قول کونسا ہے۔

امام ابوالحسن المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَيَجْلِسُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ إِلَّا فِي الْمَغْرِبِ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَا: يَجْلِسُ فِي الْمَغْرِبِ أَيْضاً جَلْسَةً خَفِيْفَةً، لِأَنَّهُ لَابُدَّ مِنَ الْفَصْلِ إِذِ الْوَصْلُ مَكْرُوْهٌ وَلَا يَقَعُ الْفَصْلُ بِالسَّكْتَةِ لِوُجُوْدِهَا بَيْنَ كَلِمَاتِ الْأَذَانِ فَيَفْصِلُ بِالْجَلْسَةِ كَمَا بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ. وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِنَّ التَّأْخِيْرَ مَكْرُوْهٌ فَيَكْتَفِيْ بِأَدْنَى الْفَصْلِ إِحْتِرَازاً عَنْهُ.

"مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان بیٹھے ماسوا مغرب کے، اور یہ امام ابوحنیفہ

ؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین ؒ فرماتے ہیں: مغرب میں بھی تھوڑی سی دیر بیٹھے۔ اس لیے کہ فصل (وقفہ) ضروری ہے اور وصل (ملانا اور وقفہ نہ کرنا) مکروہ ہے، اور معمولی سکتہ سے وقفہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اذان کے کلمات کے درمیان پہلے ہی ہوتا ہے۔ پس مؤذن اس طرح بیٹھے جس طرح خطیب دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے، اور امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک تاخیر (بھی) مکروہ ہے، لہٰذا کراہت سے بچنے کے لیے معمولی سا وقفہ کافی ہے۔'' (١)

امام ابو الحسن المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام اعظم ابو حنیفہ ؒ سے ادنیٰ فصل (وقفہ) نقل کیا ہے اس کی مقدار خود امام اعظم ؒ سے دوسرے فقہاءِ احناف ؒ نے تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت (کی تلاوت) کے برابر نقل کی ہے۔ تفصیل کے لیے حسبِ ذیل کتبِ فقہ ملاحظہ فرمائیں! (٢)

اردو کتب میں مشہور کتاب ''بہارِ شریعت'' میں ہے:

''اذان واقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے، اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا

(١) ١۔ الهدایة، للامام ابی الحسن المرغینانی ج١ ص ٤٤۔
٢۔ المبسوط للسرخسی ج ١ ص ٢٨٥، ٢٨٦۔
٣۔ الاختیار لتعلیل المختار للموصلی الحنفی ج ١ ص ٦٠۔
٤۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی ج١ ص ٩٢۔
٥۔ البحر الرائق ج١ ص ٤٥٤، ٤٥٥۔

(٢) ١۔ المبسوط للسرخسی ج ١ ص ٢٨٥۔
٢۔ بدائع الصنائع للکاسانی ج١ ص ٦٤٤۔
٣۔ فتح القدیر فی شرح الهدایة، لابن الهمام ج١ ص ٢٥٠۔
٤۔ الفتاوی التاتارخانیة ج١ ص ٣٨١۔



مکروہ ہے مگر مغرب میں وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو۔'' (١)

## صاحبین ؒ سے اس وقفہ کی مقدار

صاحبین ؒ کا قول امام صاحب ؒ کے قول کیساتھ اوپر آ چکا ہے کہ مؤذن اذانِ مغرب واقامت کے درمیان باقاعدہ بیٹھ کر انتظار کرے۔ لہٰذا اُسے دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ یہاں امام صاحب ؒ کے ارشاد کے باوجود صاحبین کے قول سے فطری طور پر ذہنوں میں جو ایک سوال پیدا ہوتا ہے اس کے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا ایک حل تو عامیانہ ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ استاذ کے سامنے شاگردوں کی کیا حیثیت ہے کہ اُن کے قول کو اختیار کیا جائے؟ لیکن یہ طریقہ فقط عامیانہ ہی نہیں بلکہ جاہلانہ بھی ہے۔ کسی مسئلہ میں شاگرد یا کم سن یا کم رتبہ شخص کے قول کو فقط اس لیے رد کر دینا کہ وہ شاگرد، یا کم سن یا کم رتبہ شخص کا قول ہے، اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور سراسر غلط ہے، البتہ شارع ﷺ کے ارشاد کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا کسی دوسرے شخص کے قول وفعل میں خواہ وہ کتنا ہی بلند رتبہ کیوں نہ ہو غور کیا جا سکتا ہے اور دلائل کی روشنی میں اُسے متروک یا مرجوح وغیرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر آخر تک تمام اکابرینِ اسلام نے یہی تلقین فرمائی ہے۔ خود سراج الامۃ، اَفقہ الائمۃ سیدنا نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کی اس سلسلے میں ایمان افروز نصیحت موجود ہے۔

## حدیث پر عمل میرا مذہب ہے، امام اعظم ؒ

امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کا مشہور ارشاد ہے:

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔

(١) بہار شریعت، علامہ امجد علی اعظمی، ج١ حصہ سوم ص ٣١۔

"جب صحیح حدیث موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔"(۱)

اسی لیے ہمارے علماء (احناف ؒ) نے فرمایا ہے کہ جب امام صاحب ؒ کے قول کے خلاف کسی صحیح حدیث پر عمل کیا جائے تو وہ امام صاحب ؒ کے مذہب پر ہی عمل ہوگا کیونکہ اجتہاد و استنباط کی بنیاد امام ابوحنیفہ ؒ نے ہی رکھی ہے۔

امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"علامہ بیری نے اپنی کتاب "الاشباہ" کی شرح میں علامہ ابن الشحنہ رحمہ اللہ کی "ھدایہ" کی شرح سے نقل کیا ہے کہ: "جب صحیح حدیث مل جائے اور وہ خلاف مذہب (حنفی) ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور اس پر عمل کرنا امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب پر عمل ہوگا، اور آپکا مقلد شخص اس حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہیں ہوگا۔ بلاشبہ امام صاحب رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا "اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ"۔ جب (میرے قول کے خلاف کوئی) صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔" (۲)

اس سے ایک دو سطریں پہلے امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر صاحبین رضی اللہ عنہما کسی حدیث کے پیش نظر امام صاحب ؒ کے قول کے خلاف کوئی دوسرا قول کریں اور اس قول پر عمل کیا جائے تو وہ اُن (صاحبین) کا مذہب نہیں ہوگا بلکہ وہ مذہب حنفی ہی ہوگا۔ (۳)

---

(۱) المیزان الکبری للشعرانی ج۱ ص ۳۵۔

(۲) ۱۔ رد المحتار لابن عابدین الشامی ج۱ ص ۱۵٤۔

۲۔ اثر الحدیث الشریف، محمد عوامۃ ص ٥٤۔

(۳) ردالمحتار لابن عابدین الشامی ج۱ ص ۱۵٤، موضحاً۔



## صاحبین ؒ کے قول کی ترجیح

جب یہ بات طے ہوگئی کہ اگر امام صاحب ؒ کے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث مل جائے تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور وہ مذہب حنفی ہی کی پیروی ہوگی، تو آیئے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام ؒ نے امام صاحب ؒ کے قول پر صاحبین ؒ کے قول کو ترجیح دی ہے یا نہیں؟ پھر یہ دیکھیں گے کہ اگر ترجیح دی ہے تو اس کا باعث کیا ہے؟ اس سلسلے میں اس عاجز نے فقہاء احناف ؒ کی عبارات میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ بعض فقہاء کرام نے اشاروں کی زبان میں اور بعض نے واضح انداز میں صاحبین ؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں قول درج کرنے اور ان پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَفِی الْخُلَاصَةِ: وَلَوْ فَعَلَ الْمُؤَذِّنُ كَمَا قَالَا (ؒ) لَا يُكْرَهُ عِنْدَهُ، وَلَوْ فَعَلَ كَمَا قَالَ (ؒ): لَا يُكْرَهُ عِنْدَهُمَا يَعْنِيْ أَنَّ الْاِخْتِلَافَ فِي الْأَفْضَلِيَّةِ.

"خلاصۃ الفتاوی" میں ہے: اگر مؤذن صاحبین ؒ کے قول پر عمل کرے تو امام صاحب ؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہوگا اور اگر وہ امام صاحب ؒ کے قول پر عمل کرے تو صاحبین ؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہوگا، یعنی یہ افضلیت کا اختلاف ہے۔" (۱)

غور فرمایئے! اس عبارت میں تلامذہ (شاگردوں) کے قول کو استاذ کے قول کے مساوی قرار دیا گیا ہے اور اختلاف اقوال کو محض افضلیت پر محمول کیا گیا ہے۔ یہ انداز تحریر اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین ؒ کے قول میں کچھ وزن ضرور ہے۔ لہٰذا اگر اس اختلاف کو افضلیت پر ہی محمول کیا جائے تو افضلیت بھی صاحبین ؒ کے قول کے لیے

---

(۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۱ ص ٤٥٤۔

ثابت ہوگی۔ چنانچہ اگر درج ذیل عبارت میں غور کیا جائے تو اسی افضلیت کی طرف مذکورہ بالا عبارت سے بھی کچھ اور واضح اشارہ ملتا ہے۔ امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ''درمختار'' کے اس پیراگراف "مؤذن مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان تین آیتوں کے برابر بیٹھے" کے تحت لکھتے ہیں:

هٰذَا عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يَفْصِلُ بِجَلْسَةٍ كَجَلْسَةِ الْخَطِيْبِ، وَالْخِلَافُ فِي الْأَفْضَلِيَّةِ فَلَوْ جَلَسَ لَا يُكْرَهُ عِنْدَهُ.

''یہ وقفہ امام صاحب ؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین ؒ کے نزدیک یہ ہے کہ مؤذن اس طرح بیٹھے جس طرح خطیب بیٹھتا ہے، اور اختلاف افضلیت میں ہے۔ پس اگر مؤذن بیٹھے تو امام صاحب ؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہوگا۔'' (۱)

امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مفہوم تو یہ تھا کہ دونوں قولوں میں سے کسی بھی قول پر عمل کیا جائے تو دوسرے قائل کی جانب سے کراہت لازم نہیں آئیگی، لیکن امام ابن عابدین شامی نے دونوں قولوں کو برابر قرار دینے کی بجائے فقط ایک قول پر عمل کرنے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر صاحبین ؒ کے قول پر عمل کیا جائے تو امام صاحب ؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہوگا۔ اس اندازِ تکلم سے صاحبین ؒ کے قول کو امام صاحب ؒ کے قول سے زیادہ وضاحت کے ساتھ راجح قرار دیا گیا ہے۔

خیال رہے کہ بعض فقہاء احناف کے نزدیک نمازِ مغرب کو دو رکعت کے برابر مؤخر کرنا فقط مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَتَأْخِيْرُهُ قَدْرَ رَكْعَتَيْنِ يُكْرَهُ تَنْزِيْهًا.

---

(۱) ردالمحتار لابن عابدین شامی ج۲ ص۵۲۔



''نمازِ مغرب کو دو رکعتوں کے برابر مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔'' (۱)

مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''روزِ ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی (ہے)۔'' (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظم ؒ کے نزدیک دو رکعت کے برابر تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ افضلیت کا اختلاف ہے جواز کا نہیں۔ چنانچہ علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بحث میں لکھتے ہیں:

وَالْخِلَافُ كَمَا قَالَ الْحُلْوَانِي[۳] فِي الْأَفْضَلِيَّةِ لَا فِي الْجَوَازِ.

''اور اختلاف جیسا کہ امام حلوانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے افضلیت میں ہے جواز میں نہیں۔'' (۴)

جب یہ افضلیت کا اختلاف ہے تو صاحب ''خلاصۃ الفتاوی، علامہ ابن نجیم، علامہ علاؤالدین حصکفی اور امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ افضلیت صاحبین ؒ کے قول کو حاصل ہے، لہٰذا عمل بھی اسی پر ہوگا۔

ان چار فقہاء کرام کی عبارات میں تو صاحبین ؒ کے قول کی افضلیت کی طرف فقط اشارہ ملتا ہے جبکہ مشہور ترین حنفی فقیہ اور محدث علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً صاحبین ؒ کے قول کی افضلیت بیان فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

---

(۱) درمختار للحصکفی ج۲ ص۲۷۔

(۲) بہار شریعت ج۱ حصہ سوم ص۱۷۔

[۳] یعنی شمس الائمۃ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح الحلوانی البخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۴۹ھ۔

(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۵۹ وطبع جدید ص۱۹۸۔

فَلَا یَجْلِسُ بَیْنَ اَذَانِہَا وَاِقَامَتِہَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ [ﷺ] لِاِسْتِلْزَامِہٖ تَاْخِیْرَ الْمَغْرِبِ وَقَالَا ﷺ: یَجْلِسُ جَلْسَۃً خَفِیْفَۃً کَمَا فِیْ سَائِرِ الصَّلَوَاتِ وَھٰذَا اَوْفَقُ لِاِطْلَاقِ الْحَدِیْثِ۔

''امام ابو حنیفہ ﷺ کے نزدیک مؤذن اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان نہ بیٹھے کیونکہ اس سے مغرب میں تاخیر لازم آتی ہے اور صاحبین ﷺ نے فرمایا کہ تمام نمازوں کی طرح تھوڑا سا بیٹھے، اور یہی قول حدیث کی رو سے زیادہ موافق ہے۔''(۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ''ھٰذَا اَوْفَقُ لِاِطْلَاقِ الْحَدِیْثِ'' (یہی قول حدیث کی رو سے زیادہ موافق ہے)۔ پر غور کر کے بتلایئے کہ جو قول حدیث پاک کے زیادہ موافق ہو وہی افضل ہوگا یا کوئی اور؟

## اذانِ مغرب واقامت کے مابین وقفہ پر احادیث

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے صاحبین ﷺ کے قول کو احادیث مبارکہ کی رو سے زیادہ موافق قرار دیا ہے۔ یقیناً وہ عظیم محدث تھے لیکن انہوں نے بغرضِ اختصار کوئی حدیث پیش نہیں فرمائی، اور چونکہ ان سطور میں یہ مسئلہ خاص زیرِ بحث ہے اس لیے ہمیں یہاں چند احادیث پیش کرنا ضروری ہے۔

کتب حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس بات پر غور کیا جا رہا تھا کہ لوگوں کو نماز کی اطلاع کس طرح کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں راہنمائی فرمائی اور کچھ صحابہ کرام ﷺ کو خواب میں اذان اور اقامت کے الفاظ پر آگاہی بخشی اور ان دونوں کے کہنے کا طریقہ سکھایا۔ صحابہ ﷺ نے دیکھا کہ اذان کہنے والا شخص (فرشتہ) اذان کہہ کر کچھ وقت

(۱) فتح باب العنایۃ، لعلی القاری ج۱ ص ۲۰۷۔



کے لیے ٹھہرا رہا پھر اقامت کہی، اور بعض روایات میں ہے کہ اذان سے فارغ ہو کر کچھ وقت کے لیے بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا، اور اقامت کہی۔ یہ خواب سیدنا عبد اللہ بن زید انصاری، عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ اور سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے دیکھا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خواب سنایا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اِنَّھَا الرُّؤْیَا حَقٌّ'' (یہ خواب حق ہے)۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ہم مکمل حدیث نقل کرنے کی بجائے فقط اس کا وہ جملہ نقل کر رہے ہیں جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ شخص (فرشتہ) اذان سے فارغ ہوا تو:

ثُمَّ اسْتَاْخَرَ غَیْرَ کَثِیْرٍ ثُمَّ قَالَ: تَقُوْلُ اِذَا اَقَمْتَ الصَّلَاۃَ: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

''پھر وہ کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر کہا کہ جب تم نماز قائم کرنے لگو تو کہنا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ آخر تک۔'' (یعنی اقامت کا طریقہ بتلایا)۔ (۱)

بعض کتب حدیث میں لفظ ''کثیر'' کی جگہ لفظ ''بعید'' ہے لیکن مقصود دونوں لفظوں سے ایک ہی ہے کہ وہ شخص اذان کے بعد کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر اقامت کہی۔ یہ لفظ امام بخاری، امام ابن الجارود، امام بیہقی اور امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ (۲)

(۱) ۱۔ صحیح ابن خزیمۃ ج۱ ص ۲۲۳، رقم الحدیث ۳۷۰۔
۲۔ سنن الدارمی رقم الحدیث ۱۱۸۷۔

(۲) ۱۔ خلق افعال العباد، ص ۳۵، رقم الحدیث ۱۳۷، ۱۳۸۔
۲۔ المنتقی لابن الجارود ص ۹۱، رقم الحدیث ۱۵۸۔
۳۔ السنن الکبری للبیھقی ج۱ ص ۳۹۱، رقم الحدیث ۱۸۳۵، و ص ۴۱۵، رقم الحدیث ۱۹۶۵۔
۴۔ التحقیق فی احادیث الخلاف، لابن الجوزی ج۱ ص ۲۹۹۔

بعض روایات میں ہے:

ثُمَّ اَمْهَلَ سَاعَةً (وَفِي "السُّنَنِ الْكُبْرٰى لِلْبَيْهَقِي": شَيْئًا)، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَ الَّذِیْ قَالَ غَيْرَ اَنَّهٗ زَادَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

''پھر اس شخص نے کچھ وقت مہلت دی پھر کھڑے ہو کر پہلے کی طرح کہا، البتہ یہ الفاظ زیادہ کیے: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.'' (۱)

اس حدیث میں دو امور قابلِ توجہ ہیں۔

ایک یہ کہ اِس میں ایسا لفظ کوئی نہیں ہے جس کا معنی ''بیٹھنا'' کیا جائے، لیکن اس میں ''ثُمَّ قَامَ'' (پھر وہ کھڑا ہوا) کا جملہ موجود ہے، جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ شخص اذان سے فارغ ہو کر پہلے کچھ دیر بیٹھا رہا پھر کھڑے ہو کر اِقامت کہی۔ یہی معنوی دلالت اول الذکر حدیث کے اِن الفاظ ''ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ كَثِيْرٍ'' (پھر وہ فرشتہ کچھ دیر ٹھہرا رہا) میں بھی کارفرما ہے۔

دوسرا ایسا امر یہ قابلِ توجہ ہے کہ اس حدیث میں ''اَمْهَلَ'' کا لفظ آیا ہے اس کا ثلاثی مصدر ''مَهْلًا وَمَهْلَةً'' آتا ہے، اہلِ لغت کے نزدیک اس کا ترجمہ ہے:

''اطمینان سے بغیر جلد بازی کے کام کرنا۔'' (۲)

اسی سے بابِ افعال کا مصدر ''اِمْهَالٌ'' آتا ہے جس کا ترجمہ ہے ''مہلت دینا'' اس لغوی روشنی میں حدیث کا معنی ہوگا کہ اس شخص (فرشتہ) نے اذان کے بعد اطمینان سے مہلت دی اور جلد بازی نہ کی۔ ''مَهْلًا'' کا یہ معنی ذہن نشین رکھنا چاہیے کیونکہ آگے خود حضور اکرم ﷺ کے ارشاد میں یہ لفظ دوبارہ آرہا ہے۔

---

(۱) مسند احمد ج۵ ص۲۴۶، وطبع آخر ج۷ ص۳۸۳ رقم ۲۲۴۷۵۔

(۲) مصباح اللغات ص ۸۴۰۔



خلاصہ یہ ہے کہ اگر اذان کے بعد مؤذن کھڑے کھڑے انتظار کرے تو یہ اطمینان والی حالت نہیں کہلاتی، لہٰذا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق صاحبین ؒ کا قول ہی راجح ہے، کیونکہ وہ حدیث کے زیادہ موافق ہے۔ اس کا لفظی ثبوت درج ذیل احادیث میں خود ''قَعَدَ'' اور ''جَلَسَ'' (جن کا معنی بیٹھنا ہے) کے الفاظ میں موجود ہے۔

﴿۱﴾ حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ؒ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا:

رَاَيْتُ رَجُلًا كَانَ عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ اَخْضَرَيْنِ، فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا اِلَّا اَنَّهٗ يَقُوْلُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

''میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے، اس نے مسجد پر کھڑے ہو کر اذان کہی پھر سکون سے بیٹھ گیا، پھر کھڑے ہو کر اسی طرح کہا مگر یہ الفاظ بھی کہے: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.'' (۱)

﴿۲﴾ حضرت ابن زید ؓ نے اپنا خواب سناتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

فَاَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً ثُمَّ اَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى.

''پھر اس شخص نے دو دو بار اذان کے الفاظ کہے پھر سکون سے بیٹھ گیا پھر کھڑے ہو کر دو

---

(۱) ۱۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۵۰۶۔

۲۔ المصنف لعبد الرزاق ج۱ ص ۳۴۵، رقم الحدیث ۱۷۹۲۔

۳۔ المصنف لابن ابی شیبة ج ۱ ص ۱۸۶، رقم الحدیث ۲۱۲۴۔

۴۔ شرح معاني الآثار ج۱ ص ۱۳۳، رقم الحدیث ۸۲۳۔

۴۔ دلائل النبوة للبيهقي ج۷ ص۱۸۔

۵۔ نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة ج۱ ص ۳۴۱۔

دوبار اقامت کے الفاظ کہے۔''(۱)

﴿۳﴾ یہی دو حضرات ایک اور حدیث میں خواب بیان کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ رَأَیْتُ فِی النَّوْمِ کَاَنَّ رَجُلاً نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ عَلَیْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ ،نَزَلَ عَلٰی جِذْمِ حَائِطٍ مِّنَ الْمَدِیْنَةِ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی ثُمَّ جَلَسَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مَثْنٰی مَثْنٰی.

''یارسول اللہ!(ﷺ) میں نے نیند میں دیکھا کہ گویا ایک شخص آسمان سے اترا ہے جس پر دو سبز چادریں تھیں، وہ مدینہ طیبہ کی ایک دیوار کے کونے پر اترا، پھر اس نے دو دو بار اذان کے کلمات کہے پھر بیٹھ گیا، پھر کھڑے ہوکر دو دو بار اقامت کے الفاظ کہے۔''(۲)

یہ تمام احادیث متعدد الفاظ کے ساتھ اس حقیقت پر متفق ہیں کہ جو فرشتہ اذان سکھانے کے لیے آیا تھا اس نے فقط اذان اور اقامت کے الفاظ ہی نہیں بتلائے بلکہ اذان اور اقامت کے درمیان اطمینان سے بیٹھ کر وقفہ کرنا بھی سکھایا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ اطمینان کے ساتھ وقفہ کیا کریں۔ حضرت ابی بن کعب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَابِلَالُ اِجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ نَفَسًا یَفْرُغُ الْاٰکِلُ مِنْ طَعَامِهٖ فِیْ مَهَلٍ وَیَقْضِی الْمُتَوَضِّیءُ حَاجَتَهٗ فِیْ مَهَلٍ.

''اے بلال! اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کیا کر کہ کھانے والا کھانے سے

(۱) ۱۔ السنن الکبری للبیهقی ج۱ ص ۴۲۰ ،رقم ۱۹۷۵ ، رقم ۱۹۷۷۔

۲۔ صحیح ابن خزیمة ج ۱ ص ۲۲۸ ، رقم الحدیث ۳۷۹۔

(۲) ۱۔ سنن الدارقطنی ج۱ ص ۲۴۹، ۲۵۰ ،رقم الحدیث ۹۲۶۔

۲۔ التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی ج۱ ص ۳۰۴۔



اطمینان کیساتھ اور وضو کرنے والا اپنی ضرورت سے اطمینان کیساتھ فارغ ہوجائے۔'' (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو فرمایا:

یَابِلَالُ ! اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِیْ اَذَانِکَ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ، وَاجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَ مَا یَفْرُغُ الْاٰکِلُ مِنْ اَکْلِهٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ. (۲)

(۱) ۱۔ مسند احمد ج۵ ص ۱۴۳ طبع جدید ج۷، رقم الحدیث ۲۱۶۱۰۔

۲۔ زوائد عبداللہ بن احمد ص ۱۷۳ ، رقم الحدیث ۱۷۳۔

۳۔ مجمع الزوائد للهیثمی ج۲ ص ۴ ،رقم الحدیث ۱۹۱۷۔

۴۔ جمع الجوامع للسیوطی ج۹ ص ۱۳۰ ، رقم الحدیث ۲۷۶۹۹۔

۵۔ نیل الاوطار ،للشوکانی ج۱ ص ۴۱۷ ،رقم الحدیث ۴۵۰۔

(۲) ۱۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۹۵۔

۲۔ المستدرک، للحاکم رقم الحدیث ۷۶۰۔

۳۔ السنن الکبری، للبیهقی ج۱ ص ۴۲۸ ،رقم الحدیث ۲۰۰۸۔

۴۔ الکامل، لابن عدی ج ۹ ص ۱۳۔

۵۔ مصابیح السنة، للبغوی رقم الحدیث ۴۴۹۔

۶۔ مشکاة ج۱ ص ۱۳۲ ،رقم الحدیث ۶۴۷۔

۷۔ بلوغ المرام، لابن حجر العسقلانی ص ۶۱۔

۸۔ جمع الجوامع، للسیوطی رقم الحدیث ۲۷۷۰۴۔

۹۔ سبل السلام، للصنعانی ص ۱۴۷۔

’’اے بلال! جب اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو اور جب تکبیر کہو تو جلدی کہو اور اپنی اذان واقامت کے مابین اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور جو بیت الخلا میں جاچکا ہو وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائے۔‘‘

احادیث مبارکہ میں تو کھانے پینے تک کی مہلت دینے کا حکم ہے، لیکن تعجب ہے کہ اَب اکثر مساجد میں اذانِ مغرب کے بعد اتنا وقت بھی نہیں دیا جاتا کہ اگر کوئی شخص اذان کے بعد مسجد میں پہنچا ہو تو وہ تسلی سے وضو بنا سکے، حالانکہ اِس دور میں جدید سہولتوں کی بدولت وضو بنانے میں اتنا وقت نہیں لگتا جتنا ڈول، رسی اور لوٹے وغیرہ کے سادہ دور میں لگتا تھا۔

## اذانِ مغرب واقامت کے درمیان بیٹھنے پر احادیث

اوپر جتنی احادیث ذکر ہوئیں اُن میں نمازِ مغرب کا استثنا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ بشمول سیدنا بلال تمام صحابہ وتابعین ﷺ نمازِ مغرب سمیت تمام نمازوں کی اذان واقامت کے درمیان بیٹھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی شیبہ ابن ابی لیلیٰ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ بِلَالًا (ﷺ) أَذَّنَ مَثْنَى وَأَقَامَ مَثْنَى وَقَعَدَ قَعْدَةً.

’’ہمیں سیدنا محمد ﷺ کے صحابہ ﷺ نے بیان کیا کہ حضرت بلال ﷺ اذان اور تکبیر کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے اور (اذان واقامت کے درمیان) اطمینان سے بیٹھتے۔‘‘ (۱)

حضرت حنظلہ حضرت خالد ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ (ﷺ) إِذَا أَذَّنَ جَلَسَ حَتَّى تَمَسَّ مَقْعَدَتُهُ الْأَرْضَ. (۲)

---

(۱) المصنَّف لابن ابی شیبۃ رقم الحدیث ۲۲۴۸۔

(۲) المصنَّف لابن ابی شیبۃ رقم الحدیث ۲۲۴۷۔



’’ابن عمر ﷺ جب اذان کہہ لیتے تو بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ان کی سُرین زمین کو چھوتی۔‘‘

سلف صالحین ﷺ سے اذان واقامت کے درمیان بیٹھ کر انتظار کرنے کی اِس سنت پر مغرب کی نماز کے وقت بھی عمل منقول ہے۔ حضرت ابراہیم (نخعی ﷺ) بیان کرتے ہیں:

يَقْعُدُ الْمُؤَذِّنُ فِي الْمَغْرِبِ فِيمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ.

’’مؤذن مغرب کے وقت اذان اور اقامت کے مابین بیٹھے۔‘‘ (۱)

اس سلسلے میں درج ذیل حدیث بہت اہم ہے۔ امام ’’تمام‘‘ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

جُلُوسُ الْمُؤَذِّنِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ فِي الْمَغْرِبِ مِنَ السُّنَّةِ.

’’مؤذن کا مغرب کے وقت اذان واقامت کے درمیان بیٹھنا سنت ہے‘‘۔ (۲)

ہر چند کہ اِن میں سے بعض احادیث کی سند میں کلام کی گنجائش ہے، تاہم اُصولِ حدیث کے مطابق غیر موضوع اور شدید ضعف سے مبرا حدیث لائق عمل ہوتی ہے، جبکہ ان احادیث کی تقویت کے لیے تو آگے احادیثِ صحیحہ بھی آرہی ہیں۔ بہر حال ان احادیث وآثار سے ثابت ہوا کہ یہ بیٹھنا سنت ہے، اور غالباً انہیں اور ان جیسی دوسری احادیث کے پیش نظر

---

(۱) المصنَّف لابن ابی شیبۃ رقم الحدیث ۲۲۴۹۔

(۲) ۱۔ الفوائد للتمام، ج ۲ رقم الحدیث ۱۴۰۱۔

۲۔ فردوس الاخبار للدیلمی، ج ۲ ص ۱۷۵، رقم الحدیث ۲۳۹۶۔

۳۔ الجامع الصغیر رقم الحدیث ۳۵۹۸۔

۴۔ جمع الجوامع ج ۴ ص ۱۷۵، رقم الحدیث ۱۱۰۴۹۔

۵۔ کنز العمال، رقم الحدیث ۲۰۴۳۶۔

۶۔ المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۵۱۸۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اذانِ مغرب واقامت کے مابین بیٹھنے کے (صاحبین ؒ کے) قول کو حدیث کے زیادہ موافق فرمایا ہے، اور اسی لیے فقہاء کرام ؒ کے نزدیک بھی نمازِ مغرب اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے، البتہ نمازِ مغرب کا وقت دوسری نمازوں کی بہ نسبت چونکہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کی اذان اور اقامت کے درمیان فاصلہ کی مقدار بھی کم رکھی گئی ہے مگر رکھی ضرور گئی ہے۔

## ''بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ'' سے استدلال

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی ؓ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ، ثَلَاثًا، لِمَنْ شَآءَ. (۱)

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے،

(۱) ۱۔ بخاری رقم الحدیث ۶۲۴۔
۲۔ مسلم رقم المسلسل ۱۹۴۰، ۱۹۴۱۔
۳۔ سنن النسائی رقم الحدیث ۶۸۰۔
۴۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۸۵۔
۵۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۲۸۳۔
۶۔ سنن ابن ماجه رقم الحدیث ۱۱۶۲۔
۷۔ سنن الدارمی رقم الحدیث ۱۴۴۰۔
۸۔ صحیح ابن خزیمه رقم الحدیث ۱۲۸۷۔
۹۔ مسند احمد ج ۴ ص ۸۶، رقم ۱۶۹۱۳، ۲۰۸۳۴، ۲۰۸۵۰۔
۱۰۔ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث ۳۷۴، ۱۶۵۷۔
۱۱۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۵۷۷۴۔





اس کے لیے جو چاہے۔''

اس حدیث میں زیر بحث وقفہ کی مضبوط دلیل موجود ہے، کیونکہ اس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں، بلکہ ایسا عموم ہے جو قبل از نمازِ مغرب بھی دوگانہ پڑھنے کی گنجائش پر دلالت کرتا ہے، پھر یہ عموم ہماری اختراع نہیں بلکہ اکثر صحابہ کرام ؓ نے یہی سمجھا تھا اور وہ اسی عموم کے پیش نظر مغرب کی نماز سے پہلے اور اذان واقامت کے درمیان دوگانہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ امام مسلم ؒ مختار بن فلفل ؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے سیدنا انس بن مالک ؓ سے نمازِ عصر کے بعد نفل پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر ؓ نمازِ عصر کے بعد نفل پڑھنے پر ہمارے ہاتھوں پر مارتے تھے، اور ہم رسول اللہ (ﷺ) کے مبارک عہد میں غروبِ آفتاب کے بعد اور نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ میں نے پوچھا: کیا یہ دو رکعتیں رسول اللہ ﷺ بھی پڑھتے تھے؟ فرمایا: آپ نے ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھا تھا لیکن نہ ان کے پڑھنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی منع فرمایا تھا۔'' (۱)

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوگانہ ادا کرنے والے حضرات کافی تعداد میں ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں اذانِ مغرب کے بعد اگر کوئی اجنبی شخص مسجد شریف میں آتا تو ان نفل

(۱) ۱۔ صحیح مسلم رقم ۱۹۳۸۔
۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۲۸۲۔
۳۔ تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، رقم ۹۰۷، ۹۰۸۔
۴۔ سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۷۴، رقم الحدیث ۱۰۳۸۔
۵۔ مختصر کتاب قیام اللیل للمقریزی ص ۶۸۔

ادا کرنے والوں کی کثرت کے باعث گمان کرتا کہ نماز ہوگئی۔'' (۱)

ابھی ابھی حضرت انس ؓ کا قول گذرا ہے کہ صحابہ کرام ؓ کو نبی کریم ﷺ نے ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی منع فرمایا تھا۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر صحابہ کرام ؓ کی اکثریت خود بخود یہ نفل کیوں پڑھنے لگ گئی تھی؟

اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی کہ صحابہ کرام ؓ نے ارشادِ نبوی ﷺ "بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ" (ہر اذان واقامت کے درمیان نماز ہے) کو عموم پر محمول کیا، اس لیے وہ اذانِ مغرب اور اقامت کے مابین بھی دوگانہ پڑھنے لگے۔

دوسری اور اہم وجہ یہ ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے دوگانہ پڑھنے پر خود حکمِ نبوی ﷺ موجود ہے، جو کہ حضرت انس ؓ کے علم میں نہیں آیا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ المزنی ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاۃِ الْمَغْرِبِ ، قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ : لِمَنْ شَاءَ کَرَاھَۃَ [وفی روایۃ: خَشْیَۃَ] اَنْ یَتَّخِذَھَا النَّاسُ سُنَّۃً.

''نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھا کرو، تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے پڑھے۔ یہ اس خدشہ

(۱) ۱۔ صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۹۳۹۔

۲۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۶۳۔

۳۔ شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث ۹۱۱۔

۴۔ سنن الدارقطنی رقم الحدیث ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۹۔

۵۔ السنن الکبری للبیھقی ج۲ ص ۴۷۵، رقم الحدیث ۴۴۹۷۔

۶۔ شرح السنۃ رقم الحدیث ۸۸۹۔



کے پیشِ نظر فرمایا کہ لوگ اسے سنت (مؤکدہ) نہ بنالیں۔'' (۱)

یہ حکم صحیح بخاری کی اس حدیث میں تو رکعتوں کی تعداد کے بغیر ہے لیکن بخاری کی بعض احادیث اور اکثر دوسری کتبِ حدیث میں "رَکْعَتَیْنِ" (دو رکعتوں) کا لفظ بھی آیا ہے۔

یہ اور ان جیسی دوسری احادیث کے پیشِ نظر اکثر صحابہ کرام ؓ مغرب کی اذان کے بعد اور اقامت سے پہلے دوگانہ پڑھتے تھے، تاہم قلتِ وقت کو ضرور مدنظر رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں:

''جب مؤذن اذان سے فارغ ہوجاتا تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کھڑے ہوکر جلدی جلدی ستونوں کے قریب آجاتے، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آتے اور صحابہ ؓ اسی حال میں نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے اور اذان واقامت کے درمیان کوئی اور چیز نہ ہوتی۔ امام ابوداؤد اور عثمان بن جبلہ حضرت شعبہ ؓ سے نقل کرتے ہیں: یعنی اذان اور اقامت کے درمیان قلیل وقفہ ہوتا تھا۔'' (۲)

(۱) ۱۔ بخاری رقم الحدیث ۱۱۸۳، ۷۳۶۸

۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۲۸۱۔

۳۔ صحیح ابن خزیمۃ رقم الحدیث ۱۲۸۹۔

۴۔ سنن الدار قطنی رقم الحدیث ۱۰۳۰۔

۵۔ السنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۴۷۴، رقم الحدیث ۴۴۸۸۔

۶۔ شرح السنۃ للبغوی رقم الحدیث ۸۸۸۔

(۲) بخاری رقم ۶۲۵، سنن النسائی رقم ۶۸۱، صحیح ابن خزیمۃ رقم ۶۳۵، سنن الدارمی رقم ۱۴۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰، رقم ۱۴۰۲۸، السنن الکبری للنسائی رقم ۱۶۵۸، مختصر کتاب قیام اللیل للمقریزی ص ۶۸۔

امام ابوالحسن سندھی حنفی "وَهُمْ كَذٰلِكَ" (اور صحابہ ﷺ اسی حال میں ہوتے) کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی وہ نماز میں ہوتے، اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کو دیکھتے اور انہیں اس حالت پر برقرار رکھتے اور منع نہ فرماتے"

نیز امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ "وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ شَيْءٌ" (اور اذان واقامت کے درمیان کوئی چیز نہ ہوتی) کے تحت فرماتے ہیں:

"یعنی صحابہ کرام ﷺ ان نوافل کی ادائیگی میں اذان واقامت کے مابین قلتِ وقت کے باعث جلدی کرتے تھے۔" (۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ضرور دیا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص دوگانہ پڑھنا چاہتا تو پڑھ سکتا تھا۔ بعض فقہاء نے کہا کہ یہ احادیث منسوخ ہیں لیکن یہ قول ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس لیے کہ یہ دوگانہ واجب تو تھا نہیں کہ اسے منسوخ کیا جاتا، جب پہلے ہی اس کے پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار تھا تو پھر نسخ کے کیا معنی؟ اسی لیے بعض اہلِ تحقیق محدثین نے نسخ کے اقوال کو مجازف (بے تکی باتیں) کہنے سے بھی عار محسوس نہیں کی، الغرض یہ نفل منسوخ ہیں اور نہ ہی مکروہ۔

امام ابوالحسن محمد بن عبدالھادی سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ) اَيْ اَذَانٍ وَاِقَامَةٍ، وَفِي التَّثْنِيَةِ تَغْلِيْبٌ وَعُمُوْمُهُ يَشْمَلُ الْمَغْرِبَ بَلْ قَدْ جَآءَ صَرِيْحاً كَمَا فِي الْحَدِيْثِ الْاٰتِيْ وَغَيْرِهٖ فَلَا وَجْهَ لِلْقَوْلِ بِالْكَرَاهَةِ۔ (۲)

---

(۱) شرح سنن النسائی للامام السندھی ج۲ ص ۳۵۷، ۳۵۸۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ للامام السندھی ج ۲ ص ۴۳۔



"(بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ) سے مراد اذان اور اقامت ہے اور تثنیہ کا استعمال بطور غلبہ ہے، اور حدیث پاک کا عموم وقتِ مغرب کو بھی شامل ہے بلکہ یہ بات صراحتاً بھی آئی ہے، جیسا کہ اگلی اور دوسری احادیث میں ہے، لہٰذا کراہت کے قول کی کوئی وجہ نہیں۔"

نیز امام سندھی لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ: (لِمَنْ شَآءَ) ذِكْرُهٗ دَلَالَةٌ عَلٰى عَدَمِ وُجُوْبِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ كَمَا اَشَارَ الْمُصَنِّفُ فِي التَّرْجَمَةِ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ وَاَمْثَالُهٗ يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بَلْ نَدْبِهِمَا.

"حضور ﷺ کے یہ الفاظ "لِمَنْ شَآءَ" اس دوگانہ کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور "اَذَانَيْنِ" سے مراد اذان اور اقامت ہے، جیسا کہ مصنف (امام نسائی ﷺ) نے عنوانِ باب میں اشارہ کیا ہے اور یہ اور اس جیسی دوسری احادیث نمازِ مغرب سے پہلے (بھی) دو رکعتوں کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔" (۱)

## قبل از نمازِ مغرب دو رکعت کے متعلق مذاہب

یہاں اختصاراً یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگرچہ بنیادی طور پر امام احمد بن حنبل ﷺ کے سوا ائمہ اربعہ میں سے اور کوئی امام اس دوگانہ کا قائل نہیں ہے۔ (۲)

لیکن ان ائمہ کے مقلدین میں سے اہلِ تحقیق حضرات اس دوگانہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ حنفیہ میں سے بعض اور شافعیہ اور مالکیہ میں سے اکثر اہلِ تحقیق نے اس دوگانہ کے مستحب ہونے کا قول کیا ہے اور انکے منسوخ ہونے کے قول کی تردید کی ہے۔ مذہب احناف

---

(۱) شرح سنن النسائی للامام السندھی ج۲ ص ۳۵۷۔

(۲) امام احمد رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (المغنی ج ۲ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

پر تفصیلی گفتگو اوپر ہو چکی ہے اور باقی ائمہ کے مقلدین کی تحقیق کے لیے اہلِ علم حضرات کتب فقہ کے علاوہ درج ذیل کتب شروح حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں!

۱۔ امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ: (شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٣٦٢)

۲۔ امام عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ: (فتح الباری ج ٢ ص ٣١٦، ٣١٨)

۳۔ امام قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ: (ارشاد الساری ج ٢ ص ٢٦٨، اختصاراً، وج ٣ ص ٢٣٤، ٢٣٥ تفصيلاً)

٤۔ امام ابوالعباس القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ: (المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم ج ٢ ص ٤٦٧)

۵۔ امام اُبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ: (اكمال المعلم ج ٣ ص ١٩٠)

٦۔ امام سنوسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ: (مكمل اكمال الاكمال، ج ٣ ص ١٩٠)

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوگانہ مذاہب اربعہ کے محققین کے نزدیک مستحب ہے، تاہم یہاں ہمارا مقصد اس دوگانہ کا اثبات نہیں بلکہ ہم تو ان احادیث سے صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کوئی شخص یہ دوگانہ پڑھے یا نہ پڑھے کم از کم اتنی بات تو تسلیم کی جانی چاہیے کہ اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان دوگانہ پڑھنے کے برابر وقت میں گنجائش ضرور موجود ہے۔

یہاں ضمناً اس مسئلہ کا یہ پہلو بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ بعض لوگ اس دوگانہ کو غیر مقلدین کی علامت گمان کرتے ہیں۔ یہ گمان درست نہیں، کیونکہ اوپر تفصیل آ چکی ہے کہ مذاہب اربعہ کے علماءِ کرام کے نزدیک بھی یہ دوگانہ مستحب ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ اس دوگانہ کو اہلِ سنت اور غیر مقلدین کے مابین وجہِ امتیاز باتوں میں سے نہیں سمجھنا چاہیے۔ فَتَأَمَّلُوْا!



## بلند جگہ پر اذان دینے کے متعلق حضور ﷺ کی آرزو

احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان بلند جگہ پر دینا سنت ہے۔ لہٰذا یہاں ہم پہلے اس سلسلے میں احادیث درج کر رہے ہیں پھر فقہاءِ کرام کی عبارات پیش کریں گے اور آخر میں موجودہ زمانہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ پر عمل کے افضل پہلو کا تعین کریں گے۔

اذان ایک اعلانِ عام ہے اور اعلانِ عام کی آواز کو آبادی کے تمام مکینوں تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آغازِ اذان سے قبل نبی کریم ﷺ بھی ارادہ رکھتے تھے کہ کسی اونچی سے اونچی جگہ پر جا کر لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جائے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کی اطلاع پہنچانے کے معاملہ پر انتہائی غور و خوض فرما رہے تھے حتیٰ کہ ارادہ فرما رہے تھے کہ کچھ حضرات کو حکم فرمائیں:

فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَيُنَادُوْنَ لِلصَّلَاةِ.

''کہ وہ مدینہ کے قلعوں پر کھڑے ہو کر نماز کے لیے پکاریں۔'' (۱)

## اس آرزو کی تکمیل میں کرمِ الٰہی

اس غور و خوض پر رحمتِ الٰہی متوجہ ہوئی اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں اذان سکھائی گئی۔ دیکھا گیا کہ ایک فرشتہ بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان کہہ رہا تھا۔ بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے: "عَلٰى جِذْمَةِ حَائِطٍ" "کسی اُونچی دیوار کے کنارے پر کھڑے ہو کر اذان

(۱) ۱۔ مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ٤٥٩، رقم الحديث ١٧٩٢۔

۲۔ سنن ابی داود رقم الحديث ٥٠٦۔

۳۔ دلائل النبوة للبيهقی ج ٧ ص ١٨۔

٤۔ نصب الرايۃ فی تخريج احاديث الهدايۃ ج ١ ص ٣٤١۔

کہہ رہا تھا۔(۱)

بعض روایات میں عام دیوار کی بجائے "عَلٰی حَائِطِ الْمَسْجِدِ" (دیوارِ مسجد کا ذکر ہے)۔ (۲)

بعض احادیث میں ہے: " فَقَامَ عَلَی الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ " (پس اس شخص نے مسجد پر کھڑے ہوکر اذان کہی)۔ (۳)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی " کتاب الاذان " سے نقل کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص۱۸۵، رقم ۲۱۱۸۔
۲۔ سنن الدار قطنی، رقم ۹۲۶۔
۳۔ شرح معانی الآثار للامام الطحاوی رقم ۸۱۰۔
٤۔ السنن الکبری للبیھقی، رقم ۱۹۷۵۔
۵۔ بدائع الصنائع للکاسانی ج۱ ص۲۲٦۔
٦۔ نصب الرایۃ للامام الزیلعی ج۱ ص ۳٤۹۔
۷۔ تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۱ ص ۵۰٦۔
۸۔ اعلاء السنن لظفر احمد عثمانی، تھانوی ج۲ ص ٦۱٦۔

(۲) مصنف عبد الرزاق ج۱ ص۳٤۵، رقم الحدیث ۱۷۹۲۔

(۳) ۱۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۲۰۸۔
۲۔ تلخیص الحبیر ج۱ ص ۵۰۳۔
۳۔ دلائل النبوۃ للبیھقی ج۷ ص ۱۸۔
٤۔ مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث ۲۱۲٤۔



فَقَامَ عَلٰی سَطْحِ الْمَسْجِدِ فَجَعَلَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَنَادٰی.

''پھر اس شخص نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہوکر اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور اذان کہی۔''(۱)

## اتباعِ فرشتہ میں بلند جگہ پر اذان کے متعلق احادیث

جس طرح فرشتہ کو بلند جگہ پر اذان کہتے ہوئے دیکھا گیا تھا عمل بھی اس طرح کیا گیا حتیٰ کہ سفر وحضر میں اذان کے وقت جو بلند سے بلند جگہ میسر ہوتی اُسی پر چڑھ کر اذان کہی جاتی۔ اس سلسلے میں چند احادیث وآثار ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوداود رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

''بنو نجار کی ایک خاتون (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے آس پاس کے تمام گھروں سے زیادہ بلند تھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آتے اور اس پر بیٹھ کر انتظار کرتے رہتے یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوتی تو اذان کہتے۔'' (۲)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اس خاتون کا نام ''نوار بنت مالک'' لکھا ہے اور یہ ''اُم زید بن ثابت'' کی کنیت سے معروف تھیں۔ ایک مخصوص جملہ کیساتھ یہ حدیث آگے آرہی ہے۔

---

(۱) تلخیص الحبیر ج۱ ص ۵۰٤۔

(۲) ۱۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۵۱۹۔
۲۔ السنن الکبری للبیھقی ج۱ ص ٤۲۵ وطبع آخر رقم ۱۹۹۵۔
۳۔ تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۱ ص ۵۰۵۔
٤۔ نصب الرایۃ للزیلعی ج۱ ص ۳٦۷۔
۵۔ اعلاء السنن لظفر احمد عثمانی، تھانوی ج۲ ص ٦۲۸۔

بعض احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے لیے لوگوں کو جمع کرنا مقصود تھا تو حضرت سعد ؓ نے کھجور کے درخت پر چڑھ کر اذان کہی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔(۱)

حضرت شعبہ ؓ حضرت موسیٰ بن ابی عثمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ يُؤَذِّنُ عَلَى أَطْوَلِ مَنَارَةٍ بِالْكُوفَةِ.

''وہ کوفہ کے بلند ترین مینار پر اذان کہتے تھے۔'' (۲)

امام جمال الدین زیلعی امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہما کی ''کتاب الاذان'' سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ:

كَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ يُؤَذِّنُ فَوْقَ الْبَيْتِ.

''حضرت ابن ام مکتوم ؓ گھر کی چھت پر اذان کہتے تھے۔'' (۳)

امام ابن سعد ؓ نے حضرت نوار بنت مالک (اُم زید بن ثابت رضی اللہ عنہا) کی سند سے روایت کیا: وہ بیان کرتی ہیں کہ:

''مسجد کے قریب میرا گھر سب سے اونچا تھا، شروع میں سیدنا بلال ؓ اس پر چڑھ کر اذان کہتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد تعمیر فرمائی، اس کے بعد وہ مسجد کی چھت پر چڑھ

---

(۱) ۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ٥٤٥٢۔

۲۔ مجمع الزوائد ج۱ ص ۳۳٦ وج ۲ ص ۹۹، رقم ۱۸۹۸ ملخصاً۔

(۲) السنن الکبری للبیھقی ج۱ ص ۳۹۸ وطبع آخر ج۱ ص ٥٨٤، رقم الحدیث ۱۸٦۱۔

(۳) ۱۔ نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ج۱ ص ۳٦۷۔

۲۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ج۱ ص ٥۱۰۔



کر اذان دیتے تھے اور چھت کے اوپر کوئی اور بلند چیز رکھ دیتے تھے۔'' (۱)

اس حدیث کے اس جملہ "اور چھت کے اوپر کوئی اور بلند چیز رکھ دیتے تھے" سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک سیدنا بلال ؓ اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر اذان کہتے رہے تو انہیں چھت پر مزید کوئی اور چیز رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور جب مسجد پر اذان دینا شروع کی اور مسجد کی چھت مکان کی چھت سے کچھ پست تھی تو اس پر کوئی اور چیز رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس اہتمام سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اذان کا بلند سے بلند جگہ پر کہنا اتنا اہم سنت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد میں مسجد کی چھت پست محسوس کی گئی تو اس پر کوئی اور بلند چیز رکھنے کا اہتمام کیا گیا۔

(۲) دوسری یہ کہ بغیر مجبوری کے کسی ہمسائے کی چھت پر اذان کہنے سے بہتر ہے کہ مسجد کی چھت پر اذان کہی جائے اگرچہ مسجد کی چھت ہمسائے کی چھت سے پست ہو۔ شاید اسی لیے بعد میں مساجد کے ساتھ مینار تعمیر کیے جانے لگے۔

## مینار کی تاریخ اور اُس پر اذان کا سنت ہونا

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اوائل اسلام میں اذان کی آواز کو دور دور تک پہنچانے کے لیے حسبِ استطاعت بلند سے بلند مقام پر اذان کہنے کا اہتمام کیا جاتا رہا لیکن یہ

---

(۱) ۱۔ الطبقات الکبری لابن سعد ج۸ ص ٤٤٢۔

۲۔ الوسائل الی معرفۃ الاوائل ص ۲٦، وطبع دیگر ص ۱٦۔

۳۔ ردالمحتار ج۲ ص ٥٢۔

٤۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج۱ ص ٤٥٠۔

تمام طریقے خاصے مشکل تھے۔ خود غور فرمایئے کہ اونٹ پر، کھجور کے درخت پر، دیوار پر یا کسی ہمسائے کے اُونچے گھر پر چڑھ کر اذان کہنا کیا آسان ہے؟ ہرگز نہیں! اسی لیے بعد میں اس مقصد کے حصول کے لیے باقاعدہ مساجد کے ساتھ مینار تعمیر کیے جانے لگے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''سب سے پہلے جو شخص اذان کہنے کے لیے مینار پر چڑھا وہ شرحبیل بن عامر المرادی تھا اور مینار کی تعمیر بنو سلمہ نے حضرت معاویہ ؓ کے حکم سے کی تھی، اس سے پہلے مینار نہیں تھے۔'' (۱)

## اذان کا مینار پر اور اِقامت کا مسجد میں ہونا

ان تمام احادیث وآثار کو مدِنظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اذان مینار پر اور اقامت مسجد میں کہی جائے اور یہ سنت ہے، کیونکہ اذان کا مقصد غائبین کو نماز کے وقت سے مطلع کرنا ہے اور اقامت کا مقصد مسجد میں موجود حاضرین کو آگاہ کرنا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصود مینار نہیں بلکہ بلند جگہ ہے، لیکن چونکہ مینار وجود میں آگئے تھے اس لیے یہ کہنے کی بجائے کہ بلند جگہ پر اذان سنت ہے، یوں کہا جانے لگا کہ مینار پر اذان کہنا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن شقیق ؓ ارشاد فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ الْأَذَانُ فِي الْمَنَارَةِ وَالْإِقَامَةُ فِي الْمَسْجِدِ وَ كَانَ عَبْدُ اللهِ (ؓ) يَفْعَلُهُ.

---

(۱) ۱۔ الوسائل الی معرفۃ الاوائل للسیوطی ص ۲۵، وطبع آخر ص ۱۵۔
۲۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق لابن عابدین شامی ج۱ ص ۴۵۰۔
۳۔ ردالمحتار لابن عابدین شامی ج۲ ص ۴۹۔



''یہ بات سنت سے ہے کہ اذان مینار پر اور اقامت مسجد میں ہو، اور حضرت ابن مسعود ؓ یہی کرتے تھے۔'' (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے بارے میں مروی ہے کہ:

كَانَ يُؤَذِّنُ عَلَى الْبَعِيْرِ وَيَنْزِلُ فَيُقِيْمُ.

''وہ اونٹ پر چڑھ کر اذان کہتے اور نیچے اتر کر اقامت کہتے۔'' (۲)

## گزشتہ دور میں مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ تھا

مذکورہ بالا احادیث وآثار کے پیش نظر ہمارے فقہاء کرام ؒ نے اذان کا مسجد سے باہر کسی بلند جگہ پر کہنا سنت فرمایا تھا اور مسجد کے اندر کہنا ممنوع اور مکروہ قرار دیا تھا۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر کہی جائے اور اقامت زمین پر۔'' (۳)

دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

''اذان مینار پر اور اقامت مسجد میں کہی جائے۔'' (۴)

---

(۱) ۱۔ المصنف لابن ابی شیبۃ ج۱ ص ۲۰۳، رقم الحدیث ۲۳۳۱۔
۲۔ اعلاء السنن لظفر احمد تھانوی ج۲ ص ۶۲۹۔
(۲) ۱۔ نصب الرایۃ للزیلعی ج ۱ ص ۳۶۷۔
۲۔ تلخیص الحبیر للعسقلانی ج۱ ص ۵۰۵۔
۳۔ اعلاء السنن لظفر احمد تھانوی ج ۲ ص ۶۲۹۔
(۳) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۴۳۔
(۴) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۵۴۔

علامہ عالم بن علاء الانصاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اذان مینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے اور مسجد کے اندر نہ دی جائے'' (۱)

علامہ شمس الدین خراسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''شریعت میں اصل یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے، تا کہ سب لوگوں کو خبر ہو جائے اور یہ سنت ہے جیسا کہ ''قنیۃ'' میں مذکور ہے اور یہ کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ ''نظم'' میں ہے، لیکن ''جلابی'' میں مذکور ہے کہ مسجد میں اذان دی جائے یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہو اور مسجد سے بعید جگہ میں اذان نہ دی جائے۔'' (۲)

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ علامہ قہستانی نے ''النظم'' میں نقل کیا ہے اور اگر وہاں کوئی بلند جگہ اذان دینے کے لیے نہ ہو تو فناء (صحن) مسجد میں اذان دی جائے، جیسا کہ ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' میں مذکور ہے۔ (۳)

## مغرب کی اذان کا بلند جگہ پر ہونا

مغرب کی اذان بھی دوسری اذانوں کی طرح ایک بلاوا اور اعلان ہے، اور دوسری نمازوں کی طرح مغرب کے وقت بھی اکثر نمازی پہلے سے مسجد میں موجود نہیں ہوتے۔ اسی لیے فقہاء کرام کا مختار قول یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلند جگہ پر دی جائے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم، امام ابن عابدین شامی اور علامہ سید احمد بن محمد الطحطاوی

---

(۱) الفتاوی التاتار خانیۃ ج۱ ص۳۷۷۔

(۲) جامع الرموز للخراسانی ج ۱ ص ۱۲۳۔

(۳) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۵۹ وطبع آخر ص ۱۹۷۔



رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں:

وَفِي اَذَانِ الْمَغْرِبِ اِخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ، وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ يُسَنُّ الْمَكَانُ الْعَالِي فِي اَذَانِ الْمَغْرِبِ اَيْضًا. (۱)

''مغرب کی اذان کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان کا بلند جگہ پر کہنا سنت ہے۔''

## دورِ حاضر میں مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ نہیں

فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک مسجد کے اندر اذان کے ممنوع یا مکروہ ہونے سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ (معاذ اللہ) اذان کوئی ایسی خراب چیز ہے کہ اس کا مسجد میں کہنا مکروہ ہے، بلکہ فقہاء کے اس ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ جب اذان مسجد میں کہی جائے گی تو اذان کہنے کا مقصد فوت ہو جائیگا، اور وہ ہے اذان کی آواز کا دور دور تک پہنچنا۔ اس لیے جب آواز کا دور پہنچانا مقصود نہ ہو تو پھر فقہاء کے نزدیک بھی مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً جن لوگوں تک آواز پہنچانا مقصود ہو وہ اگر پہلے سے وہاں موجود ہوں تو اذان کہنے کے لیے مینار پر جانے کی ضرورت ہے اور نہ مسجد سے باہر۔

چنانچہ امام علاؤالدین الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''مردوں کے لیے بلند مقام پر اذان کہنا سنت ہے۔''

اس کے تحت امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۱ ص۴۴۳، ۴۴۴۔

۲۔ رد المحتار لابن عابدین شامی ج۲ ص۴۵۔

۳۔ حاشیۃ الطحطاوی ص۱۵۹ وفی طبع ص ۱۹۷، ۱۹۸۔

قُلْتُ: وَالظَّاهِرُ اَنَّ هٰذَا فِيْ مُؤَذِّنِ الْحَيِّ اَمَّا مَنْ اَذَّنَ لِنَفْسِهٖ اَوْ لِجَمَاعَةِ حَاضِرِيْنَ فَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ لَايُسَنُّ لَهُ الْمَكَانُ الْعَالِيْ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ. تَاَمَّلْ!

''میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم محلّہ کے مؤذن کے لیے ہے، رہا وہ شخص جو اپنے لیے یا ایسی جماعت کے لیے اذان کہے جو حاضر ہوں تو ظاہر ہے کہ پھر ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے بلند مقام پر اذان دینا سنت نہیں ہوگا، تم خود ہی غور کرلو!'' (۱)

امام شامی نے "لِعَدَمِ الْحَاجَةِ" کے لفظ سے بلند جگہ پر اذان کے سنت نہ ہونے کا جو قول کیا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ عدمِ ضرورت کی بنا پر بعینہٖ سنت پر عمل نہ ہونے کی صورت میں انسان تارکِ سنت نہیں کہلائے گا۔ اسی قیاس پر اب مسجد سے باہر اذان کا نہ ہونا بھی ترکِ سنت نہیں ہوگا، کیونکہ مقصد مسجد کے اندر یا بلند جگہ پر اذان کہنا نہیں بلکہ پبلک تک آواز کا پہنچانا ہے اور یہ لاؤڈ اسپیکر کی بدولت بدرجۂ اتم حاصل ہو جاتا ہے۔ سو "لِعَدَمِ الْحَاجَةِ" (عدمِ ضرورت کی بنا پر) مسجد کے اندر یا مینار پر اذان نہ ہونے کی وجہ سے عصرِ حاضر کا مؤذن تارکِ سنت نہیں سمجھا جائے گا۔ فَتَاَمَّلْ!

## مقامِ اذان واقامت کے واحد ہونے کی صورت میں اس وقفہ پر ایک نظر

شہر کی گنجان آبادی میں اب اونٹ، اونچی دیوار، گھر کی چھت، مسجد کی چھت اور کھجور کے درخت پر چڑھ کر اذان کہنے کا تو قصہ ہی ٹھپ ہوگیا، البتہ اب شہروں بلکہ دیہاتوں میں بھی بلند وبالا میناروں کی تعمیر کا سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ عروج پر ہے، لیکن اب میناروں پر چڑھ کر اذان کہنے کی ضرورت نہیں رہی، مگر تعمیر تو انکی پھر بھی بے مقصد نہیں ہے۔ کیونکہ اب اگر

(۱) ردالمحتار لابن عابدین الشامی ج۲ ص ۴۵۔



مؤذن مینار کی بلند وبالا چوٹی پر قدم رنجہ نہیں فرماتا تو اس کی آواز تو وہاں ضرور جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلے مؤذن مینار کی بالکونیوں سے اپنا چہرہ نکال کر صدا بلند کرتا تھا اور اب وہاں سے لاؤڈ اسپیکر اپنا منہ نکالے شب و روز منتظر ہے کہ مؤذنِ اسلام اپنی پیاری اور سریلی آواز نکالے اور وہ اس آواز کو دور دور تک پہنچانے کی ڈیوٹی سرانجام دے۔ اس دور میں مؤذن کا سیڑھیاں چڑھنا پھر اترنا ختم ہوگیا ہے، آج کا مؤذن گرمی سردی سے محفوظ مسجد کے اندر اور محراب کے قریب کھڑے ہوکر اذان کہتا ہے اور وہاں سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بلا توقف اقامت کہہ دیتا ہے۔ اس صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مینار کی سیڑھیاں اترنے میں مؤذن کو جتنا وقت لگتا تھا اور اس کے باعث اذان واقامت کے مابین از خود جو وقفہ مل جاتا تھا اب اس وقفہ کا کیا ہوگا؟ آیا اب اُتنا وقفہ کیا جائے یا نہ؟

## اس صورت میں امام اعظم ؒ کا فتویٰ

امام اعظم ؒ کے نزدیک آپ کے زمانہ میں اس مسئلہ کی جو صورت تھی وہ پہلے لکھی جاچکی ہے کہ مؤذن مینار سے اترنے کے بعد جب مسجد میں پہنچے تو تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت کی تلاوت کے برابر وقفہ کرے تاکہ کراہت لازم نہ آئے۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ اگر مؤذن صاحبین ؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے بیٹھ کر انتظار کرے تو یہ امام اعظم ؒ کے نزدیک کراہتِ تنزیہی کیساتھ جائز ہے جبکہ صاحبین اور دوسرے فقہاء کرام کے نزدیک افضل ہے۔ پھر خود سوچئے کہ جب اذان اور اقامت کی جگہ کے مختلف ہونے میں یہ فتویٰ تھا تو اب جبکہ دونوں کی جگہ متحد ہوگئی ہے تو پھر کیا فتویٰ ہوگا؟ عقل تو یہ کہتی ہے کہ اگر اذان واقامت کی جگہ کے مختلف ہونے کی صورت میں امام صاحب ؒ کے نزدیک مؤذن کا بیٹھ کر انتظار کرنا جائز تھا تو اب افضل ہوگا، اور اس کے برعکس کرنا مکروہ ہوگا۔ اس لیے کہ جگہ کے متحد ہونے کی

صورت میں امام صاحب کے نزدیک بھی اسی طرح بیٹھنے کا حکم ہے، جس طرح خطیب دو خطبوں کے درمیان میں بیٹھتا ہے۔

ابتدائی صفحات میں ''ھدایہ'' کا جو ایک پیراگراف نقل کیا جا چکا ہے اُسے ''ہدایہ'' کی اگلی عبارت سے ملا کر پڑھیے، آپ پر یہ مسئلہ از خود واضح ہو جائیگا۔ وہ عبارت یہ ہے:

وَالْمَکَانُ فِی مَسْئَلَتِنَا مُخْتَلِفٌ وَکَذَا النَّغْمَۃُ فَیَقَعُ الْفَصْلُ بِالسَّکْتَۃِ وَلَا کَذٰلِکَ الْخُطْبَۃُ.

''اور ہمارے اس مسئلہ میں اذان اور اقامت کی جگہ مختلف ہے اور اسی طرح دونوں کی آواز ورفتار بھی مختلف ہے اس لیے سکتہ سے وقفہ واقع ہو جاتا ہے اور خطبہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔'' (۱)

یہ بات امام زین الدین ابن نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے مزید واضح ہو جاتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ: اِنَّ الْفَصْلَ بِالسَّکْتَۃِ اَقْرَبُ اِلَی التَّعْجِیْلِ الْمُسْتَحَبِّ، وَالْمَکَانُ ھُنَا مُخْتَلِفٌ لِاَنَّ السُّنَّۃَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاَذَانُ فِی الْمَنَارَۃِ وَالْاِقَامَۃُ فِی الْمَسْجِدِ وَکَذَا النَّغْمَۃُ وَالْھَیْئَۃُ بِخِلَافِ خُطْبَتَیِ الْجُمُعَۃِ لِاِتِّحَادِ الْمَکَانِ وَالْھَیْئَۃِ فَلَا یَقَعُ الْفَصْلُ اِلَّا بِالْجَلْسَۃِ.

''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ سکتہ کے ساتھ وقفہ کرنا مستحب تعجیل (جلدی کرنے) کے زیادہ قریب ہے، اور اس مسئلہ میں جگہ مختلف ہو گی کیونکہ اذان کا مینار پر اور اقامت کا مسجد میں ہونا سنت ہے، اور اسی طرح اذان واقامت کی آواز اور ہیئت سے بھی اذان واقامت میں فصل (وقفہ) ہو جاتا ہے بخلاف جمعہ کے دو خطبوں کے کہ ان دونوں کی جگہ اور طرز ادا ایک

(۱) الھدایۃ، للامام ابی الحسن علی المرغینانی ج۱ ص۴۴۔



ہی ہے، اس لیے بیٹھے بغیر ان دونوں کے درمیان وقفہ نہیں ہو سکتا۔'' (۱)

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مؤذن مغرب کی اذان واقامت کے مابین نہ بیٹھے اور صاحبینؒ کے نزدیک تھوڑا سا بیٹھے، کیونکہ وصل (ملانا، وقفہ نہ کرنا) مکروہ ہے اور سکتہ سے وقفہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اذان کے کلمات کے مابین ہی موجود ہے۔ لہٰذا مؤذن یوں بیٹھے جس طرح خطیب خطبہ کے مابین بیٹھتا ہے اور جس طرح (مؤذن) تمام نمازوں کے وقت بیٹھتا ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک تاخیر مکروہ ہے، اس لیے معمولی سا وقفہ کافی ہے، بخلاف خطبہ کے، کیونکہ خطبہ میں جگہ متحد ہوتی ہے اور اسی طرح آواز وادا بھی یکساں ہوتی ہے، جبکہ ہمارے اس مسئلہ میں اذان واقامت دونوں کی جگہ مختلف ہے، اس لیے کہ اذان کا مینار پر اور اقامت کا مسجد میں ہونا سنت ہے۔'' (۲)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ ''وَالْمَکَانُ فِی مَسْئَلَتِنَا مُخْتَلِفٌ'' کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے صاحبین رضی اللہ عنہما کے اس قول کا جواب ہے جو انہوں نے اذان اور اقامت کے درمیان اتنی مقدار وقفہ کرنے کے بارے میں کیا ہے جتنا دو خطبوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان اور اقامت کا جو مسئلہ زیر بحث ہے اس میں اذان اور اقامت کی جگہ مختلف ہے جبکہ دونوں خطبوں کی جگہ متحد ہوتی ہے، لہٰذا اذان واقامت کے درمیان بیٹھنے کے مسئلہ کو خطبہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔''

دو سطروں کے بعد ''وَلَا کَذٰلِکَ الْخُطْبَۃُ'' (اور خطبہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے) کے تحت لکھتے ہیں:

(۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۱ ص۴۵۴۔

(۲) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج۱ ص۹۲۔

لِاَنَّ مَکَانَھَا مُتَّحِدٌ فَلَا یَقَعُ بَیْنَ الْخُطْبَتَیْنِ بِمُجَرَّدِ السَّکْتَۃِ ، لِاَنَّھَا تُوْجَدُ بَیْنَ کَلِمَاتِھَا اَیْضًا، فَلَا بُدَّ مِنَ الْجَلْسَۃِ۔

''اس لیے کہ خطبہ کی جگہ متحد ہوتی ہے، سو دونوں خطبوں کے مابین فقط سکتہ سے وقفہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ تو خطبہ کے کلمات کے درمیان میں بھی موجود ہے، لہٰذا بیٹھنا ضروری ہے۔'' (۱)

اذان واقامت کی ادا اور آواز میں امتیاز (یعنی اذان کا آہستہ اور اقامت کا جلدی کہنا) تو اب تک قائم ہے لیکن اب اذان واقامت کی جگہ مختلف نہیں رہی۔ اب جہاں اذان ہوتی ہے تقریباً وہیں اقامت کہی جاتی ہے، لہٰذا اب انہی فقہاء احناف ؒ کی عبارات کے مطابق اذانِ مغرب اور اقامت کے مابین بیٹھ کر وقفہ کیا جائے تو یہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ؓ کے قول پر عمل ہوگا۔

فقہاءِ متقدمین اور ہمارے دور میں اذان واقامت کی جگہ میں جس قدر فرق پیدا ہو گیا ہے اُسے مدنظر رکھتے ہوئے غور کیجئے کہ اگر ہمارے فقہاء ؒ کے سامنے یہ صورت ہوتی کہ ایک دور ایسا بھی آئیگا کہ اقامت کی طرح اذان بھی مسجد کے اندر ہوگی اور اس کے باوجود اذان کہنے کا مقصد بھی بدرجۂ اتم حاصل ہو جائیگا تو کیا وہ اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان وقفہ کرنے کا واضح حکم نہ فرماتے۔؟ یقیناً فرماتے۔

پس اگر دورِ حاضر میں کوئی شخص صاحبین ؒ سے بھی بڑا حنفی ہونے کا دعویدار ہو اور وہ صاحبین ؒ کے قول (جو فقہاء کے نزدیک افضل اور حدیث کے زیادہ موافق ہے) پر عمل نہ کرے تو اب جبکہ اذان واقامت کی جگہ متحد ہوگئی ہے تو پھر اُسے امام اعظم ؓ کے قول کے مطابق بیٹھ کر انتظار کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ امام مرغینانی حنفی، امام موصلی حنفی اور امام زین الدین

(۱) البنایۃ فی شرح الھدایۃ للعینی ج ۲ ص ۱۱۵۔



ابن نجیم حنفی ؒ کے اس جملہ ''وَالْمَکَانُ فِیْ مَسْئَلَتِنَا مُخْتَلِفٌ'' سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اذان اور اقامت کی جگہ مختلف نہ رہے اور دونوں مسجد کے اندر کہی جائیں تو پھر اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان بیٹھ کر وقفہ کیا جائیگا۔

## جوابِ اذان کی پانچ سنتیں اور یہ وقفہ

اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان وقفہ کے دلائل میں سے ایک مضبوط دلیل وہ احادیث مبارکہ بھی ہیں جن میں اذان کا جواب دینے کے بعد بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرنے اور مختلف دعائیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ علامہ ابن قیم جوزیہ حنبلی وغیرہ نے ایسی دعاؤں کو جوابِ اذان کی پانچ سنتوں کا نام دیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں سے تین سنتیں درج ذیل حدیث میں موجود ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَ اَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ۔

''جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہا کرو، پھر مجھ پر درود بھیجا کرو، پس جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں ''وسیلہ'' کی دعا مانگا کرو، کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا، اور جو

شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس پر شفاعت اتر پڑے گی۔‘‘(۱)

بعض روایات میں ہے:

حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

---

(۱) ۱۔ صحیح مسلم رقم المسلسل ۸٤۹،[۳۸٤]۔

۲۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ۳٦۱٤۔

۳۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۵۲۳۔

٤۔ سنن النسائی رقم الحدیث ٦۷۷۔

۵۔ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث ۱٦۵٤،۹۷۹۰۔

٦۔ مسند احمد ج ۲ ص ۱٦۸، وطبع جدید رقم الحدیث ٦۵٦۸۔

۷۔ شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۸۷۸۔

۸۔ صحیح ابن خزیمۃ رقم الحدیث ٤۱۸۔

۹۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۱٦۸۸،۱٦۸۹،۱٦۹۰۔

۱۰۔ انوار الآثار لابن الأقلیشی ص ۲۱۷۔

۱۱۔ مصابیح السنۃ رقم الحدیث ٤۵٤۔

۱۲۔ شرح السنۃ للامام البغوی رقم الحدیث ٤۲۱۔

۱۳ الترغیب والترهیب لامام المنذری ج ۱ ص ۱۱٤۔

۱٤ مشکاۃ رقم الحدیث ٦۵۷۔

۱۵ جلاء الافهام لابن القیم ص ٤٤۲۔

۱٦ نیل الاوطار للشوکانی ج ۲ ص ٤۷۳۔

۱۷ الوابل الصیب لابن القیم ص ۲۱۰۔



’’اس کے لیے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہوگئی۔‘‘(۱)

## اول سنت: اذان کا جواب

اس حدیث میں بالترتیب تین باتوں کا حکم ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اولاً اذان کا جواب۔

۲۔ ثانیاً حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام۔

۳۔ ثالثاً دعائے وسیلہ۔

اذان کے جواب کے بارے میں اس حدیث میں تو یہ حکم ہے کہ جو الفاظ مؤذن کہے تم بھی وہی کہتے جاؤ، لیکن دوسری احادیث میں بعض جملوں کے جواب میں کچھ اور کلمات کہنے کا حکم بھی آیا ہے۔ مثلاً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب مؤذن ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ‘‘ کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے اس کے جواب میں ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ‘‘ کہے، پھر مؤذن ’’اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ کہے تو وہ بھی ’’اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ کہے، پھر مؤذن کہے ’’اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ‘‘ تو وہ بھی ’’اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ‘‘ کہے، پھر مؤذن ’’حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ‘‘ کہے تو وہ کہے ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ‘‘، پھر مؤذن کہے ’’حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ‘‘ تو وہ کہے ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ‘‘، پھر مؤذن کہے ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ‘‘ تو وہ کہے ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ‘‘ پھر مؤذن کہے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ تو وہ بھی کہے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ تو وہ

---

(۱) ۱۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۱٦۸۹۔

۲۔ السنن الکبری للبیهقی رقم الحدیث ۱۹۳۰۔

۳۔ السنن الصغری للبیهقی رقم الحدیث ۲۲۷۔

جنت میں داخل ہو جائیگا۔"(۱)

اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، کیونکہ حدیث پاک میں حضرت ابو امامہ یا بعض صحابہ ﷺ سے آیا ہے کہ سیدنا بلال ﷺ نے اقامت کہی تو نبی کریم ﷺ نے پوری اقامت کا جواب دیا جیسا کہ اوپر سیدنا عمر ﷺ سے اذان کے جواب میں آیا اور "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" کے جواب میں فرمایا "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" (اللہ ﷻ اس نماز کو قائم ودائم رکھے) (۲)

---

(۱) ۱۔ صحیح مسلم رقم المسلسل ۸۵۰،[۳۸۵]۔

۲۔ سنن ابی داودرقم الحدیث ٤١٧۔

۳۔ شرح معانی الآثاررقم الحدیث ٨٨٤۔

٤۔ صحیح ابن خزیمۃرقم الحدیث ٤١٧۔

٥۔ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان رقم الحدیث ١٦٨٣۔

٦۔ السنن الکبری للبیهقی رقم الحدیث ١٩٢٦۔

٧۔ السنن الصغری للبیهقی رقم الحدیث ٢٣٦۔

8 شرح السنۃ رقم الحدیث ٤٢٤۔

(۲) ١۔ سنن ابی داودرقم الحدیث ٥٢٨۔

٢۔ عمل الیوم واللیلۃلابن السنی ص٤١ رقم الحدیث ١٠٤۔

٣۔ کتاب الدعاء للطبرانی ص ٦٨، رقم الحدیث ٤٩١۔

٤۔ السنن الکبری للبیهقی ج١ص ٤١٠ رقم الحدیث ١٩٤٠۔

٥۔ شرح السنۃ ج١ص ٨٣۔

٦۔ الاذکارللنووی ص ٦٨۔

٧۔ مشکوۃرقم الحدیث ٦٧٠، تلخیص الحبیرج ١ص ٥٢٠)



اور صبح کی اذان میں "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے جواب میں کہے "صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ" (تم نے درست کہا اور نیکی کو پہنچے)۔ یہ الفاظ امام غزالی، امام ابو القاسم الرافعی، امام علاؤ الدین الکاسانی، امام بدر الدین عینی، امام نووی اور ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہم نے ذکر فرمائے ہیں لیکن محدثین نے کہا کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں ملتی۔(۱)

بعض مقامات پر "وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ" (اور تم نے حق کی آواز بلند کی) کے الفاظ مرقوم ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ ملا علی قاری اور امام زبیدی رحمۃ اللہ علیہما نے ذکر فرمائے ہیں۔(۲)

علامہ ابن علان لکھتے ہیں:

"ابن الرفعۃ نے کہا کہ اس سلسلہ میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ ہم نے کتب حدیث میں ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ اور بعض عارفین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ امیر المومنین (سیدنا مولیٰ) علی بن ابی طالب ﷺ وَکَرَّمَ اللّٰهُ تعالیٰ وَجْهَهُ الْکَرِیْم کا قول ہے۔(۳)

---

(۱) ١۔ احیاء علوم الدین ج١ص ١٤١۔

٢۔ تلخیص الحبیرج ١ ص ٥١٩۔

٣۔ بدائع الصنائع ج١ ص ٦٦٠۔

٤۔ العلم الهیب من الکلم الطیب ص ٢٤٠۔

٥۔ الاذکارللنووی ٦٦۔

٦۔ فتح باب العنایۃلعلی القاری ج ١ص ٢٠٦۔

(٢) ١۔ فتح باب العنایۃلعلی القاری ج ١ص ٢٠٦۔

٢۔ اتحاف السادۃالمتقین بشرح احیاء علوم الدین ج٣ص ١٠۔

(٣) الفتوحات الربانیۃ ج ٢ص ١١٠۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

"صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. (رسول اللہ ﷺ نے حق فرمایا: بیشک نماز نیند سے بہتر ہے)۔"(۱)

## دوسری سنت: کلمۂ شہادت

جوابِ اذان کی پہلی سنت تو اذان کے دوران ادا کی جاتی ہے، مگر باقی تمام سنتیں اذان کے بعد ادا کی جاتی ہیں۔ جوابِ اذان کی دوسری اور اذان کے بعد پہلی سنت یہ ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان سنتے وقت کہے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا" تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) الاذکار للنووی ص ٦٦۔

(۲) ۱۔ صحیح مسلم رقم المسلسل ٨٥١۔

٢۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ٧٢١۔

٣۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ٥٢٥۔

٤۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ٢١٠۔

٥۔ سنن النسائی رقم الحدیث ٦٧٨۔

٦۔ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ١٦٥٥۔

٧۔ صحیح ابن خزیمۃ رقم الحدیث ٤٢١، ٤٢٢۔

٨۔ شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ٨٩١۔



## تیسری سنت: ہدیۂ درود وسلام

جوابِ اذان کی تیسری اور اذان کے بعد دوسری سنت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرنا ہے، اور یہ حکم اگرچہ حدیث شریف کے ظاہر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقط سامعین کے لیے ہے لیکن درحقیقت اس حکم میں مؤذن اور سامعین سب شامل ہیں، اس لیے کہ سامعین جب اذان کے جواب میں مؤذن کیساتھ ساتھ تقریباً وہی کلمات دہراتے جاتے ہیں تو وہ اور مؤذن ایک ساتھ فارغ ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد حدیث شریف میں جو اذان کی باقی سنتیں مذکور ہیں ان کی ادائیگی کا حکم سامعین کے ساتھ مؤذن پر بھی عائد ہو جاتا ہے، اسی لیے اہلِ علم نے مؤذن کو بھی اس حکم میں شامل رکھا ہے۔

امام رافعی اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

"وَمِنَ الْمَحْبُوْبَاتِ اَنْ یُّصَلِّيَ الْمُؤَذِّنُ وَسَامِعُہٗ عَلَی النَّبِيِّ بَعْدَ الْاَذَانِ وَیَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الخ" (۱)

"یہ محبوب باتوں میں سے ہے کہ اذان کے بعد اذان کہنے والا اور سننے والا دونوں نبی

---

= ٩۔ السنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث ١٩٣٤۔

١٠ کتاب الدعاء للطبرانی ص ١٥٢، رقم ٤٢٩۔

١١۔ جلاء الافہام، لابن القیم ص ٤٤٣۔

١٢۔ الوابل الصیب، لابن القیم ص ٢١٢۔

١٣۔ الترغیب والترہیب، للامام المنذری ج١ ص ١١٥۔

١٤ زاد المعاد، لابن القیم ج ٢ ص ٣٥٧۔

(۱) تلخیص الحبیر للعسقلانی ج١ ص ٥١٨۔

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں اور یہ دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ، آخر تک۔''

امام حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ دَعَا الْمُجِیْبُ وَالْمُؤَذِّنُ بِالْوَسِیْلَۃِ بَعْدَ صَلَاتِہٖ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عَقْبَ الْاِجَابَۃِ.

''پھر اذان کا جواب دینے والا اور اذان کہنے والا دونوں اذان کا جواب دینے کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیج کر وسیلہ کی دعا مانگیں۔'' (۱)

صحیح مسلم شریف کی درج بالا حدیث میں مخصوص الفاظ میں درود پڑھنے کی قید ہے اور نہ سرًا یا جہرًا پڑھنے کی کوئی پابندی ہے۔ لہٰذا ہر شخص مختار ہے کہ وہ جن الفاظ اور جس انداز میں چاہے پڑھے۔ شریعت کے عطا کردہ اس اختیار کی بنا پر حسن ظن یہ ہے کہ جن مساجد سے اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کی آواز نہیں آتی وہاں صلاۃ وسلام کو آہستہ آواز میں پڑھا جاتا ہوگا کیونکہ کسی باعمل مسلمان سے بعید ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کے حکم کے باوجود اذان کے بعد آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام نہ بھیجے۔ بہر حال جب سے اذان کہی جارہی ہے تب سے ہر باعمل مسلمان سامع اور مؤذن سرًا یا جہرًا یہ درود پڑھتا چلا آرہا ہے۔ خصوصاً سید المؤذنین سیدنا بلال ؓ کے بارے میں تو یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اس حکم پر عمل نہ کیا ہو۔ جب کسی ادنیٰ باعمل مسلمان کے متعلق ایسا سوچنا بدگمانی ہے تو پھر ایک اولوا العزم صحابی کے متعلق ایسا سوچنا گناہ سے کم نہیں۔ فی الجملہ یہ کہ جب سے ''ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ'' (پھر مجھ پر درود بھیجا کرو) کا حکم صادر ہوا تب سے (جہرًا یا سرًا) اہل اسلام اذان کے بعد صلاۃ وسلام بھیجتے چلے آرہے ہیں۔

(۱) مراقی الفلاح بامداد الفتاح ص ۷۹۔



## بعد از اذان صلاۃ وسلام کی تاریخ اور شرعی حیثیت

ابھی ابھی عرض کیا جاچکا ہے کہ جب سے اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم ہوا ہے تب سے تمام باعمل اہل اسلام اس حکم پر کاربند ہیں، البتہ میناروں پر اور بآواز بلند پڑھنے کا سلسلہ بعد میں شروع ہوا۔ کب ہوا، کیسے ہوا اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ہر اذان کے بعد مینار پر ''صلاۃ وسلام'' کے الفاظ اولاً سلطان منصور حاجی بن اشرف شعبان بن حسین بن ناصر محمد بن منصور قلاوون رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں محتسب نجم الدین الطنبذی کے حکم سے زیادہ کیے گئے اور یہ ۷۹۱ھ شعبان المعظم کا مہینہ تھا۔ اس سے قبل سلطان صلاح الدین بن ایوبؒ کے زمانہ میں حکم ہوا تھا کہ ہر رات فجر کی اذان سے پہلے مصر اور شام میں یوں سلام بھیجا جائے: ''اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ'' اور یہ معمول ۷۶۷ھ تک جاری رہا۔ پھر اس میں ''محتسب صلاح الدین البرلسی'' کے حکم سے اضافہ کیا گیا کہ یوں کہا جائے ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' اور اس کو ہر اذان کے بعد جاری کردیا گیا۔ (۱)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مشہور معاصر (امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس صلاۃ وسلام کے سبب آغاز اور جواز پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، اور اس کا آغاز کرنے اور اس پر عمل کرنے والے دونوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔ یہ احقر ان کی اصل عبارت کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

'' قد احدث المؤذنون الصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

(۱) الوسائل الی معرفۃ الاوائل للسیوطی ص ۲۳، ۲۴، وطبع دیگر ص ۱۴۔

سلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبحَ والجمعةَ، فانهم يقدمون ذٰلک فيهما على الاذان والّا المغرب فانهم لايفعلونه غالبًا لضيق وقتها.

وكان ابتداء حدوث ذٰلک فى ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابى المظفر يوسف بن ايوب، وبامره، واما قبل ذٰلک فانه لما قتل الحاكم ابن عبدالعزيز امرت اخته ست الملک ان يسلَّمَ على ولده الطاهر فسُلِّم عليه بما صورته: السلام على الامام الطاهر، ثم استمرَّ السلام على الخلفاء بعده خلفاً بعدَ سَلَفٍ الى ان ابطله الصلاح المذكور وعُوِّضَ عنه بهما جوزى خيراً.

وقد اختلف فى ذلک هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع؟ واُستُدِلُّ للاول بقوله تعالىٰ: وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ. [الحج:٧٧] ومعلوم ان الصلوٰة والسلام من اجل القرب لا سيما وقد تواردتِ الاخبار على الحث علىٰ ذٰلک مع ماجاء فى فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر، والصواب انه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نية.

''مؤذنوں نے پانچوں فرض نمازوں کے وقت اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، ماسوا جمعہ اور صبح کے۔ ان دو نمازوں کے وقت وہ اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان کے ساتھ غالبًا وقت کی تنگی کے باعث بالکل نہیں پڑھتے۔

اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں ہوئی اور اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن عبدالعزیز قتل کیا گیا تھا تو اس کی بہن ''ست الملک'' نے حکم دیا کہ اس کے بیٹے طاہر پر سلام پڑھا جائے! جس کی صورت یہ تھی:



''السلام علی الامام الطاهر،، پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں خلفاً بعد سلفٍ جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین مذکور نے آکر اس کو ختم کیا اور اس کے بدلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز؟ پہلے قول (استحباب) کی دلیل حاصل ہوئی ہے، اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ'' [الحج: ٧٧] (نیکی کے کام کرو)۔ اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام قرب الٰہی کے قصد سے پڑھا جاتا ہے، خصوصاً جبکہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث آئی ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد اور شب کے آخری حصہ میں فجر کے قریبی وقت میں دعا کرنے کی فضیلت میں احادیث وارد ہیں (اُس دور میں فجر کے قریب زیادہ اہتمام سے صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہوگا، شاید اسی لیے ''والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر'' کے الفاظ ذکر کیے گئے۔ فیضی) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسنِ نیت کے باعث اجر ملے گا۔(١)

امام سخاوی کی یہ عبارت اختصار و تائید سے امام ابن حجر مکی شافعی، امام علاؤ الدین حصکفی حنفی، امام ابن عابدین شامی حنفی، امام نبہانی شافعی اور آزاد محقق ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے بھی ذکر کی ہے۔(٢)

(١) القول البديع، للامام السخاوى الشافعى ص٢٧٦۔

(٢) ١۔ الدر المنضود، لابن حجر مكى ص١٥٧۔

٢۔ در مختار للحصكفى ج٢ ص٥٢۔

٣۔ رد المحتار لابن عابدين الشامى، ج ٢ ص ٥٢۔

٤۔ سعادت الدارين، للنبهانى ص١٨٣۔

٥۔ الفقه الاسلامى وادلته، للدكتور وهبة الزحيلى ج١ ص٥٥٦۔

## القول البدیع، کی مقبولیت اور مکاتبِ فکر کا اختلاف؟

علامہ زکریا سہارنپوری نے بھی یہ عبارت کسی قسم کی تائید یا تنقید کے بغیر اختصاراً ذکر کی ہے۔(۱)

ہر چند کہ مولانا زکریا سہارنپوری نے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت کو مکمل نقل کیا اور نہ کھل کر تائید کی، تاہم ان کے نزدیک امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مکمل کتاب ہی مقبولِ بارگاہِ رسالت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ احمد بن رسلان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک معتمد نے کہا کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ کتاب "القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع (جو حضورِ اقدس ﷺ پر درود ہی کے بیان میں علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف ہے اور اس رسالہ کے اکثر مضامین اُسی سے لیے گئے ہیں۔) حضور ﷺ کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی گئی۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔ بہت طویل خواب ہے، جس کی وجہ سے مجھے انتہائی مسرت ہوئی، اور میں اللہ کے اور اس کے پاک رسول ﷺ کی طرف سے اس کی قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں اور ان شاء اللہ دارین میں زیادہ سے زیادہ ثواب کا امیدوار ہوں۔'' (۲)

---

(۱) اوجز المسالک الی موطا مالک ج۲ ص ۵۱

(۲) ۱۔ فضائلِ درود شریف ص ۱۷۵

۲۔ تبلیغی نصاب (رسالہ) فضائلِ درود شریف ص ۱۱۷۔



غور کیجئے کہ مولانا زکریا سہارنپوری کے نزدیک امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''القول البدیع'' کا کس قدر اہم رتبہ ہے، مگر افسوس کہ انہوں نے نہ اپنی ضخیم کتاب ''اوجز المسالک'' میں مذکورہ بالا عبارت کو جگہ دی اور نہ ہی درود وسلام کے موضوع پر اپنی مستقل تصنیف ''فضائلِ درود شریف'' میں کوئی جگہ دی، حالانکہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کی شرعی حیثیت پر استدلال بھی بہت عمدہ اور مضبوط ہے۔

یہ بڑا المیہ ہے کہ انسان مخصوص مکتبِ فکر کی رعایت میں بہت سے مدلل اور مستحسن اعمال ومسائل سے بھی صَرفِ نظر کر لیتا ہے۔ اگر مکتبِ فکر کے حصار سے آزاد ہو کر دلائل کی روشنی میں کسی مسئلہ کا میں جائزہ لیا جائے تو صحیح نتیجہ تک پہنچنا اور اسے قبول کرنا دشوار نہیں رہتا۔ دیکھیے امام سیوطی متوفی (وفات یافتہ) ۹۱۱ھ، امام ابن حجر مکی متوفی ۹۷۵ھ، امام علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، امام ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۲۵ھ، امام نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ اور آزاد محقق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی وغیرہ چونکہ بریلوی اور دیوبندی وغیرہ مکاتبِ فکر سے یا تو پہلے کے علماء ہیں یا اس حصار سے آزاد ہیں، اس لیے انہوں نے مسئلہ ھذا کو مدلل ہونے کی وجہ سے قبول کرلیا ہے۔

## امام سخاوی کی عبارت میں ایک دلچسپ جملہ

''القول البدیع'' کی مقبولیت پر مشتمل جس عبارت کا ترجمہ اوپر آچکا ہے اس میں کوئی خاص جھول نہیں ہے، تاہم یہ احقر اُس عبارت کے آخری لفظ "مُبَیَّن" کے ترجمہ پر آپ کی مزید توجہ کا طالب ہے۔ مجھے اس لفظ سے بہت لطف حاصل ہوا ہے اور امید ہے کہ اگر قارئین کرام نے بھی مع سیاق وسباق (یعنی مکمل جملہ کے ساتھ) اس لفظ پر غور فرمایا تو لطف اندوز ہوں گے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وترجیتُ حصولَ القبولِ له من اللہ تعالی ورسوله ومزیدَ الثواب فی

الدارَین ،ان شاء اللّٰہ تعالیٰ بغیر مَین.

’’اور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں اور ان شاء اللہ تعالیٰ بغیر کسی شک کے مزید ثواب کا امیدوار ہوں۔‘‘(۱)

ان الفاظ میں اُس خواب کی طرف اشارہ ہے کہ الحمدللہ کتاب کی مقبولیت کی نوید تو مل ہی گئی اور اب مزید ثواب کی عطا میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ آپ کے اس یقین بھرے جملہ میں جو لطف ہے اس کی کیفیت اہلِ دل سے پوچھیے۔!

## اذان کے بعد ترکِ دُرود کی خرابیاں

اذان کے بعد درود شریف نہ پڑھنے سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی ہوتی ہے اور جوابِ اذان کی ایک سنت ترک ہوتی ہے۔ اس حکم عدولی کے مرتکب فقط وہ لوگ نہیں جو مطلقاً (قبل از اذان یا بعد از اذان) درود پڑھتے ہی نہیں بلکہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اذان سے پہلے تو صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں لیکن بعد میں نہیں پڑھتے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے تو خصوصیت کے ساتھ بعد میں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ سو جو شخص پہلے پڑھتا ہے اور بعد میں نہیں پڑھتا تو وہ تارکِ سنت ہونے کے علاوہ عملاً خود کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ حکمت دان بھی گمان کرتا ہے۔ معاذ اللہ!

(۲) جو لوگ اذان کے بعد صلاۃ وسلام نہیں پڑھتے اُن کی اس بے عملی سے ترکِ سنت کے ساتھ ساتھ دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ صلاۃ وسلام پڑھنے کی بدولت اذانِ مغرب اور اقامت کے مابین از خود جو وقفہ مل جاتا تھا وہ فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان اور محبِ رسول ہونے کے حوالہ سے ضروری ہے کہ جو لوگ اذان سے قبل یا بعد بالکل درود نہیں پڑھتے

(۱) القول البدیع، للسخاوی ص ۲۳۳۔



اُنہیں چاہیئے کہ وہ حکمِ نبوی ﷺ کی تعمیل میں بعد از اذان درود شریف پڑھنے پر توجہ دیں۔ لازم نہیں کہ ’’اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ‘‘ کے الفاظ میں ہی درود پڑھا جائے، درود ابراہیمی یا کوئی اور درود بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ نیز جو لوگ فقط پہلے پڑھتے ہیں اور بعد میں نہیں پڑھتے اُنہیں چاہیئے کہ وہ بعد میں بھی پڑھا کریں، تاکہ فرمانِ نبوی ﷺ پر پورا عمل ہو۔ اگر اس فرمانِ نبوی ﷺ پر عمل کیا جائے تو اس پر جو وقت درکار ہوتا ہے وہی اذان واقامت کے مابین ایک مناسب وقفہ ہے، لیکن تعجب ہے کہ جلد باز لوگ اتنا وقفہ دینے کے روادار بھی نہیں۔

چنانچہ مجھ سے بعض ائمہ مساجد نے ذکر کیا کہ ان کا مؤذن مسجد کے محراب میں اذان دے کر ابھی باہر نہیں پہنچ پاتا کہ بعض نمازی اقامت شروع کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ اُن صاحب سے بات کی گئی کہ آپ مؤذن کے پہنچنے سے پہلے تکبیر کیوں شروع کر دیتے ہیں؟ کہا: اس لیے کہ مؤذن صاحب کے باہر آتے آتے نماز میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْجَھَالَۃِ.

## کیا وقتِ مغرب اتنا قلیل ہے؟

بعض لوگ نمازِ مغرب کے وقت کو اتنا قلیل سمجھتے ہیں کہ اذانِ مغرب کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں کہ کہیں نماز میں تاخیر نہ ہو جائے۔ یہ خیال احادیث مبارکہ میں عدم تدبر یا روگردانی کا نتیجہ ہے، ورنہ جب احادیث مبارکہ میں مطلقاً اذان کے بعد درود وسلام پڑھنے کا حکم آیا ہے تو بلا چون وچرا اُن پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟ بتلائیے کیا حضور اکرم ﷺ کو وقتِ مغرب کا مختصر ہونا معلوم نہیں تھا؟

## نمازِ مغرب کی دو رکعتوں میں سوا پارہ

یہاں ہم آپ کے سامنے انتہائی اختصار کے ساتھ قرآن کریم کی اُن سورتوں کا ذکر

کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ سے نمازِ مغرب میں پڑھنا منقول ہیں۔ ان واضح احادیث مبارکہ سے سادہ طریقہ سے ہم اندازہ کر سکیں گے کہ نمازِ مغرب کا وقت اتنا قلیل نہیں جتنا ہندو پاک کے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔

۱۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نمازِ مغرب پڑھائی اور اس میں سورۃ "المرسلات" (سورۃ نمبر ۷۷) کی تلاوت فرمائی۔(۱)

۲۔ حضرت جبیر بن مطعم ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ "الطور" (سورۃ نمبر ۵۲) کی تلاوت فرمائی۔(۲)

۳۔ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ مغرب میں سورۃ "حٰمٓ الدخان" (سورۃ نمبر ۴۴) کی تلاوت فرمائی۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری رقم ۷۶۳۔
۲۔ صحیح مسلم رقم ۱۰۳۳۔
۳۔ سنن ابی داود رقم ۸۱۰۔
٤ سنن النسائی رقم ۹۸۵۔
۵۔ سنن ابن ماجہ رقم ۸۳۱۔

(۲) ۱۔ بخاری رقم ۷۶۵، ۳۰۵۰، ۴۰۲۳۔
۲۔ مسلم رقم ۱۰۲۵۔
۳۔ سنن النسائی رقم ۹۸۶۔
٤۔ سنن ابی داود رقم ۸۱۱۔
۵۔ سنن ابن ماجہ رقم ۸۳۲۔

(۳) سنن النسائی رقم ۸۹۸۷۔



۴۔ حضرت زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ مغرب کی دو رکعتوں میں سورۃ "الاعراف" (سورۃ نمبر ۷) کی تلاوت فرمائی۔(۱)

بعض اہلِ علم نے کہا کہ سورۃ الاعراف کی چند آیات پڑھی ہوں گی نہ کہ مکمل سورۃ، لیکن حدیث شریف اُن کی اس توجیہ کا ساتھ نہیں دیتی، کیونکہ حدیث شریف میں "مِنْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ" یا "مِنَ الْاَعْرَافِ" کا کوئی لفظ نہیں آیا جس سے یہ سمجھا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض آیات پڑھی ہوں گی۔ نیز اس توجیہ کی تردید میں دوسری احادیث بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "فَرَّقَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ" (آپ نے اس سورۃ کو دو رکعتوں میں تقسیم فرمایا تھا)۔(۲)

اس سے بھی زیادہ واضح ایک اور حدیث ہے، کہ اس میں "جَمِيْعًا" کا لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ھشام بن عروۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ مغرب کی دو رکعتوں میں مکمل سورۃ الاعراف پڑھی۔ عربی الفاظ ملاحظہ ہوں:

"يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا" (۳)

بعض لوگوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے یہ چیز طی اللسانی (زبان

---

(۱) ۱۔ مسند ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۲۲، رقم ۱۴۳۔
۲۔ بخاری رقم ۷۶٤۔
۳۔ سنن النسائی رقم ۹۸۸، ۹۸۹۔
٤۔ صحیح ابن خزیمہ رقم ۵۱۵۔

(۲) سنن النسائی رقم ۹۹۰۔

(۳) ۱۔ صحیح ابن خزیمة ج۱ ص۲۸۹، رقم ۵۱۸۔
۲۔ فتح الباری ج۲ ص۴۹۶۔

کا کم وقت میں بہت زیادہ الفاظ سمیٹ لینا) اور معجزہ کے طور پر ہو۔اس پر مشہور فقیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت :قراءة تمامها في الركعتين بان يكون بعضها في ركعة وبعضها في اخرى ليس خارقة للعادة اذ الوقت يسع اكثر منها فانها بكمالها جزء وربع من الاجزاء القرآنية ،ونحن نتدارس جزأين فيما بين الوقتين.

''میں کہتا ہوں: سورۃ الاعراف کو دو رکعتوں میں مکمل پڑھنا کہ آدھی پہلی رکعت میں اور آدھی دوسری رکعت میں کوئی خلافِ عادت بات (معجزہ یا کرامت) نہیں، کیونکہ نماز مغرب کا وقت اس سے زیادہ وسیع ہے، یہ سورۃ سوا پارہ پر مشتمل ہے جبکہ ہم تو دو پارے دونوں نمازوں کے وقت کے درمیان میں (وقتِ عشاء کے آغاز سے پہلے) پڑھ لیتے ہیں''۔ (۱)

## وضاحت:

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھاتے وقت نمازیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اگر آپ سمجھتے کہ آج نمازیوں پر لمبی قراءت دشوار نہیں ہوگی تو کوئی بڑی سورت پڑھتے، ورنہ حسبِ موقعہ متوسط یا کوئی چھوٹی سی سورت پڑھتے۔اس لیے ہر امام کو نمازیوں کے ضعف یا ان کی دن بھر کی تھکاوٹ وغیرہ کو مدِنظر رکھ کر کوئی سورت پڑھنا چاہیے۔البتہ اگر کسی مقام پر باہمت نمازی دستیاب ہوں تو نمازِ مغرب میں بھی سوا پارہ کے برابر تلاوت کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔چنانچہ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ کبھی کبھی حصولِ برکت کی خاطر وہ سورتیں پڑھے جو حضور اکرم ﷺ نے پڑھیں تا کہ آپ کی سنت اور آپ کے آثارِ جمیلہ کا

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۵۷۲۔



احیاء ہو''۔ (۱)

یہاں اس حدیث کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد فقط اتنا ہے کہ نمازِ مغرب کے وقت کی وسعت یا تنگی حضور اکرم ﷺ کے عمل کی صورت میں سامنے آجائے، ورنہ عصرِ حاضر میں ہم کسی امام مسجد کو یہ مشورہ نہیں دیں گے کہ وہ نمازِ مغرب یا کسی بھی فرض نماز میں اتنی بڑی سورتوں کی تلاوت کرے۔ہاں ائمہ اور مقتدیوں سے یہ التماس ضرور کریں گے کہ وہ اتنی بڑی (سوا پارہ کے برابر) سورتوں کے پڑھنے کو مستحب اور وقتِ مغرب کی اتنی وسعت کو ضرور تسلیم کریں، اور تمنا رکھیں کہ کاش! کبھی وہ بھی مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف کو پڑھتے۔امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے استاذ اور متفق علیہ محدث امام احمد بن نصر المقری ﷺ مُتَوَفّٰی (وفات یافتہ) ۲۴۵ھ کو فرماتے ہوئے سنا:

اَشْتَهِي اَنْ اَقْرَأَ فِي الْمَغْرِبِ مَرَّةً بِالْاَعْرَافِ. (۲)

''میں خواہش رکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ تو سورۃ الاعراف کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھاؤں''

الغرض نمازِ مغرب کے وقت کی قلت حضور اکرم ﷺ کو بھی معلوم تھی مگر اس کے باوجود آپ نے اذانِ مغرب کو صلاۃ وسلام سے مستثنیٰ نہیں فرمایا، تو پھر کسی اور شخص کو کیا اختیار ہے کہ وہ ذاتی پیمانوں سے وقت کی پیمائش کرتا پھرے اور نماز میں تعجیل وتاخیر کے من گھڑت خدشات پیدا کر کے اہلِ اسلام کو ایک اہم سنت پر عمل کرنے کی سعادت سے محروم کرنے کی کوشش کرے۔؟ عجلت باز لوگوں کے نزدیک تو صلاۃ وسلام باعثِ تاخیر ہے، جبکہ احادیثِ صحیحہ میں تو صلاۃ وسلام کے بعد مختلف دعائیں پڑھنے کا حکم بھی آیا ہے، جن میں سے ایک دعا (کلمۂ شہادت) پیچھے گذر چکی ہے اور دوسری یہ ہے:

---

(۱) شرح سنن النسائی للامام السندھی ج ۲ ص ۵۱۰۔

(۲) صحیح ابن خزیمۃ ج ۱ ص ۲۸۸۔

## چوتھی سنت: دعائے وسیلہ

جوابِ اذان کی چوتھی اور اذان کے بعد تیسری سنت نبی اکرم ﷺ کے لیے وسیلہ کی دعا مانگنا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ [سَيِّدَنَا]﴿۱﴾ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ [وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ]﴿۲﴾ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ [وَاجْعَلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]﴿۳﴾ [اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ]﴿۴﴾

---

﴿۱﴾ "سَیِّدِنَا" کا لفظ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۱٤٦، رقم الحدیث ۸۹٥) سے منقول ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک اس لفظ کا بڑھانا مناسب نہیں، لیکن اہلِ تحقیق کے نزدیک کسی بھی دعا یا صلاۃ و سلام میں اس لفظ کا بڑھانا مستحب ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (القول البدیع ص ۲۲٥، الدر المنضود ص ۱۰۰، سعادۃ الدارین للنبھانی ص۳۸، جواھر البحار للنبھانی ج۳ ص٥۹)

اردو خواں حضرات "مطالع المسرات" مترجم (صفحہ ۳۳۲) اور فضائل درود شریف از مولانا زکریا سہارنپوری صفحہ (۱۳۲ تا ۱۳۸) ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا نے اس مقام پر خاصی مدلل اور جامع گفتگو کی ہے، اور وہ دوسرے مقام پر اختصاراً لکھتے ہیں کہ: "آپ کے نامِ مبارک سے پہلے لفظ "سَیِّدِنَا" بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔" (فضائل درود شریف ص ۱۳۸)

﴿۲﴾ یہ الفاظ درج ذیل کتب سے منقول ہیں: (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۳۸، مصابیح السنۃ ج۱ ص۲۷۲، رقم الحدیث ٤٥٦، احیاء علوم الدین ج۱ ص۱٤۱)]

﴿۳﴾ یہ الفاظ ان کتابوں سے منقول ہیں: (مجمع الزوائد ج۱ ص ۳۳۳، رقم الحدیث ۱۸۷۹، ۱۸۸۱، القول البدیع ص ۳٦۹)

﴿٤﴾ یہ الفاظ ان کتب سے منقول ہیں: (السنن الکبری للبیھقی ج۱ ص ٤۱۰، رقم الحدیث ۱۹۳۳، نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار للعسقلانی ج۱ ص۳٦۱)



"اے اللہ! اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما، اور آپ کو اس محمود کیے ہوئے مرتبہ پر فائز فرما جس کا تو نے اُن کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا"۔(۱)

واضح رہے کہ اذان کے بعد مانگی جانے والی یہ مختصر ترین دعاءِ وسیلہ ہے۔ احادیث مبارکہ میں بعد از اذان اس سے طویل دعائیں بھی منقول ہیں۔ پس اگر کوئی طویل دعا پڑھی جائے تو اذان واقامت کے مابین کا وقفہ بڑھ جائیگا اور وہ وقفہ بھی سنت کے مطابق ہوگا۔

## پانچویں سنت: اذان واقامت کے مابین دعا

جوابِ اذان کی چوتھی اور اذان کے بعد پانچویں سنت اذان واقامت کے درمیان اپنے لیے دعا مانگنا ہے، کیونکہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

سَاعَتَانِ يُفْتَحُ لَهُمَا أَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَقَلَّ دَاعٍ تُرَدُّ عَلَيْهِ دَعْوَتُهُ: حَضْرَةُ النِّدَآءِ لِلصَّلَاةِ، وَالصَّفِّ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

"دو ساعتیں ہیں جن کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور بہت کم ہی دعا کرنے والے کی دعا رد ہوتی ہے:

[۱] نماز کے لیے ندا کے وقت، یعنی بعد از اذان۔ [۲] اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف آرا

---

(۱) ۱۔ بخاری رقم الحدیث ٦۱٤۔

۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ٥۲۹۔

۳۔ سنن النسائی رقم الحدیث ٦۷۹۔

٤۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۷۲۲۔

ہوتے وقت۔''(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَاُسْتُجِيْبَ الدُّعَاءُ.

''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول کی جاتی ہے۔''(۲)

اذان کے وقت دعا مانگنے سے مراد ہے اذان کے بعد مانگنا، چنانچہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت یوں آئی ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ ! اذان کہنے والے

---

(۱) ۱۔ موطا امام مالک رقم الحدیث ١٥٧۔

۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ٢٥٤٠۔

۳۔ صحیح ابن خزیمة رقم الحدیث ٤١٩۔

٤۔ سنن الدارمی رقم الحدیث ١٢٠٠۔

٥۔ الادب المفرد رقم الحدیث ٦٦١۔

٦۔ صحیح ابن حبان ج ٣، رقم الحدیث ١٧٦١۔

٧۔ المستدرک رقم الحدیث ٧٣٩۔

٨۔ السنن الکبری للبیہقی ج ١، رقم ١٩٣٨، ج ٣، رقم ٦٤٥٩۔

٩۔ المنتقی لابن الجارود رقم الحدیث ١٠٦٥۔

١٠۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ٦ رقم الحدیث ٥٧٥٦۔

١١۔ مشکوة المصابیح رقم الحدیث ٦٧٢۔

(۲) مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ٣ ص ٣٩٠، رقم الحدیث ٤٠٥٩۔



لوگ ہم پر سبقت لے گئے، فرمایا: تم بھی انہیں کی طرح کہا کرو، پھر دعا کیا کرو، تمہاری دعا قبول کی جائے گی۔''(۱)

درج ذیل حدیث میں اس وقت کا تعین اور زیادہ واضح الفاظ میں کیا گیا ہے:

''اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَلَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ.''

''مؤذن جب اذان کہتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔''(۲)

اکثر کتب حدیث میں یہ حدیث مختصر ان الفاظ میں آئی ہے:

اَلدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ. (۳)

---

(۱) ۱۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ٥٢٤۔

۲۔ صحیح ابن حبان ج ٣ ص ١٠١، رقم الحدیث ١٦٩٣۔

۳۔ السنن الکبری للبیہقی ج ١ ص ٤١٠، رقم ١٩٣٦۔

٤۔ مصابیح السنة للبغوی رقم الحدیث ٤٧٠۔

٥۔ شرح السنة للبغوی رقم الحدیث ٤٢٦، ٤٢٧۔

٦۔ مشکوة المصابیح للتبریزی رقم الحدیث ٦٧٣۔

(۲) مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ٣ ص ٣٩٩، رقم الحدیث ٤٠٩٥۔

(۳) ۱۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ٢١٢، ٣٥٩٥۔

۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ٥٢١۔

۳۔ کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث ٤٨٣، ٤٨٤، ٤٨٥۔

٤۔ شرح السنة للبغوی رقم الحدیث ٤٢٥۔

''اذان اور اقامت کے درمیان دعا کو رد نہیں کیا جاتا۔''

ان تمام احادیث میں اذان واقامت کے درمیان دعا مانگنے کی فقط ترغیب آئی ہے جبکہ بعض احادیث میں اس وقت دعا مانگنے کا حکم بھی آیا ہے۔ارشاد فرمایا:

''اَلَا اِنَّ الدُّعَاءَ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ فَادْعُوْا'' (۱)

''سنو! اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی، پس تم دعا مانگا کرو۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ہم کیا مانگا کریں؟ فرمایا:

''سَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.''

''تم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کا آرام مانگا کرو۔''(۲)

## چھٹی سنت: مغرب کے وقت مخصوص دعا

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے جوابِ اذان کی پانچ سنتیں ذکر کیں جن میں سے ایک اذان کے درمیان اور باقی چار اذان کے بعد ادا ہوتی ہیں، جو تفصیلاً بیان کر دی گئیں۔مغرب

(۱) ۱۔ مسند احمد ج۳ ص۱۵۵ رقم ۱۲۶۱۲ و ۱۳۳۹۰ ،و ۱۲۷۰۳۔

۲۔ مسند ابی یعلی الموصلی رقم الحدیث ۳۶۶۷، ۳۶۶۸۔

۳۔ صحیح ابن خزیمۃ رقم الحدیث ۴۲۵، ۴۲۷۔

۴۔ صحیح ابن حبان ج۳ ص۱۰۱، رقم الحدیث ۱۶۹۴۔

۵۔ الجامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث ۴۲۶۰۔

(۲) ۱۔ سنن الترمذی رقم ۳۵۹۴۔

۲۔ العلم الھیب ص۲۵۳۔

۳۔ نتائج الافکار ص۳۶۳۔



کی اذان کے بعد ان پانچوں سنتوں کے علاوہ ایک اور سنت بھی ہے جو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائی گئی تھی۔آپ فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں مغرب کے وقت یہ دعا پڑھا کروں:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِسْتِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاسْتِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ وَحُضُوْرُ صَلَوٰاتِکَ اَسْأَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ. (۱)

''اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور دن کے پشت پھیرنے اور دعا کرنیوالوں کی آوازوں کے سننے اور رحمتوں کے نازل کرنے کا وقت ہے، میں تجھ سے سوال کرتا/کرتی ہوں

(۱) ۱۔ سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۵۸۹۔

۲۔ سنن ابی داود رقم الحدیث ۵۳۰۔

۳۔ شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۸۹۶۔

۴۔ المستدرک رقم الحدیث ۷۴۱۔

۵۔ السنن الکبری للبیھقی ج۱ ص ۴۱۰، رقم الحدیث ۱۹۳۵۔

۶۔ کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶۔

۷۔ مصابیح السنۃ رقم الحدیث ۴۶۶۔

۸۔ مشکاۃ رقم الحدیث ۶۶۹۔

۹۔ الاذکار للنووی ص۱۱۷۔

۱۰۔ الکلم الطیب لابن تیمیۃ ص۹۷، رقم الحدیث ۷۷۔

۱۱۔ تحفۃ الذاکرین للشوکانی ص۱۳۲۔

۱۲ الوابل الصیب لابن القیم ص۲۱۲۔

۱۳۔ العلم الھیب للعینی ص۲۵۳۔

کہ میری مغفرت کردے۔''

اس دعا میں جو کچھ بارگاہِ الٰہی سے طلب کیا گیا ہے اس کی ضرورت صرف ام المومنین سیدۃ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہی نہیں تھی بلکہ ہر مسلمان شخص اس کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس دعا کو کتبِ حدیث کے علاوہ فضائلِ اعمال اور اذکار کی کتابوں میں بھی درج کیا ہے اور تمام اہلِ اسلام کو اس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ بہرحال دیگر تمام اذانوں کے جواب کی پانچ اور مغرب کی اذان کے جواب کی چھ سنتیں ہیں، جن میں سے صرف ایک سنت کو دورانِ اذان ادا کرنے کا حکم ہے اور باقی پانچ سنتوں ''جو اصل میں چند دعائیں ہیں'' کو اذان کے بعد ادا کرنے کا حکم ہے۔ آپ ان پانچوں دعاؤں کو ایک جگہ جمع کر کے اندازہ کیجئے کہ جتنا ان دعاؤں کے پڑھنے پر وقت لگتا ہے، کیا ہمارے دور میں اذانِ مغرب اور اقامت کے مابین اتنا وقفہ دیا جاتا ہے؟ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بلاخوفِ طوالت یہاں ان تمام دعاؤں کو یکجا کردیا جائے تاکہ عام قارئین کو بھی اندازہ کرنے میں آسانی ہو۔

(١) اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا.

(٢) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

(٣) اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ، اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ



وَاجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

(٤) اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِسْتِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاسْتِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ وَحُضُوْرُ صَلَوٰتِکَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ.

(٥) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.

## خلاصۂ کلام

فی الجملہ یہ کہ شرعی طور پر متعدد وجوہ سے اذانِ مغرب واقامت کے درمیان مناسب ترین وقفہ کا ثبوت موجود ہے:

(١) قرآن کریم، سورۂ حٰمٓ السجدۃ کی آیت (٣٣) کی تفسیر کی رو سے۔

(٢) قبل از نمازِ مغرب دو رکعت نفل پڑھنے کے اختیاری حکمِ نبوی ﷺ سے۔

(٣) ان احادیثِ نبویہ ﷺ سے جن میں مؤذن کو مطلقاً حکم ہے کہ وہ اذان کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ نمازی شخص حوائجِ انسانیہ سے فارغ ہو کر مسجد میں آسکے۔

(٤) ان احادیث وآثارِ مبارکہ کی رو سے جن میں اذانِ مغرب واقامت کے درمیان بیٹھ کر انتظار کرنا منقول ہے۔

(٥) صاحبین ؒ کے اس قول سے جس کو فقہاء کرام نے راجح قول قرار دیا۔

(٦) ان احادیثِ نبویہ ﷺ سے جن میں اذان کے بعد درود وسلام اور دعائیں پڑھنے کی ترغیب یا حکم ہے، جو اذانِ مغرب کے بعد پانچ اور باقی اذانوں کے بعد چار ہیں۔

(٧) اذان اور اقامت کی جگہ کے متحد ہونے کی صورت میں، کہ دونوں مسجد میں کہی جائیں، یعنی اذان مینار وغیرہ پر نہ کہی جائے تو پھر امام اعظم، صاحبین اور تمام فقہاء کرام ؒ کا

اتفاق ہے کہ اذانِ مغرب اور اقامت کے درمیان بیٹھ کر وقفہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

## اپنے، والدین، اساتذہ، مرشد کریم، احباب اور معاونین کے حق میں دعا

اے اللہ! اس تحریر میں اثر پیدا فرما، ہم سب کو شریعت کے عطا کردہ "یُسر" (آسانی) کو قبول کرنے کی سعادت نصیب فرما، "عُسر" (تنگی کرنے) سے محفوظ فرما، مجھ سے اس تحریر میں جو کوئی خطا اور لغزش ہوئی، اُس سے اور میری دیگر تمام خطاؤں سے درگزر فرما۔ یا اللہ! ایمان وسلامتی کے ساتھ میرے والدین کی عمر دراز فرما، ہمیں ان کی نیک دعاؤں سے بہرہ ور فرما، اُنھیں دارین کی تمام خیر، تمام نعمتیں اور جملہ سعادتیں عطا فرما اور ہم سب کو دارین کی تمام تکالیف ومصائب سے محض اپنے فضل ورحمت سے محفوظ فرما۔

☆ اے اللہ! اور بالکل اسی طرح میرے تمام اساتذہ، مرشد کریم، جملہ احباب، اُن کے والدین، برادران، اولاد اور عزیز واقارب کے حق میں مجھ عاجز کی دعا قبول فرما۔

☆ اے اللہ! اب تک جن حضرات نے اس احقر کے ساتھ کسی بھی قسم کا دینی تعاون کیا، کتابیں دلائیں، کمپیوٹرز دلائے، میری بعض کتابیں شائع کرانے میں مدد کی، حاضریٔ روضہ مقدسہ اور عمرہ کرایا، اور جنھوں نے میری ترغیب پر "جامعہ صوت القرآن، لاہور" کے بچوں کے لیے راشن اور اساتذہ کے نذرانہ کے سلسلے میں تعاون کیا اور جو تا حال کر رہے ہیں، میں اُن سب کے احسانات کا دنیوی بدلہ اتارنے سے قاصر ہوں، لہٰذا تو اُن سب کے حق میں مجھ خطاکار کی دُعا قبول فرما اور انہیں دارین کی ہر خیر، ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرما اور ہر شر، ہر



مصیبت اور ہر شقاوت سے محفوظ فرما۔

وَاللّٰهَ اَسْاَلُ اَنْ يَّنْفَعَ بِهٖ مُصَنِّفَهٗ وَجَامِعَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَقَارِئَهٗ وَسَامِعَهٗ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ. اٰمين! بِجَاهِ حَبِيْبِهٖ نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ.

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِمْ وَاَصْحَابِهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

❁❁❁

❁❁

# مآخِذومَراجِع

## (بترتیب حروف تہجی)


1۔ **الاختیارلتعلیل المختار:** عبداللہ بن محمودبن مودود الموصلی،الحنفی متوفی ٦٨٣ھ،مطبوعۃدار المعرفۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی ١٤١٩ھ

2۔ **اتحاف السادۃالمتقین بشرح احیاء علوم الدین:** سیدمحمدبن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ١٢٠٥ھ،مطبوعۃدارالکتب العلمیۃ، بیروت،الطبعۃ الاولی١٤٠٩ھ

3۔ **اثرالحدیث الشریف:** محمد عوامۃ،(معاصر) مطبوعۃ دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت،الطبعۃ الرابعۃ ١٤١٨ھ

4۔ **احیاء علوم الدین:** امام محمدبن محمدالغزالی متوفی ٥٠٥ھ، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی ١٤١٩ھ

5۔ **انوارالآثار،المختصّۃبفضل الصلاۃعلی النبی المختارﷺ:** امام ابوالعباس احمدبن معدالتجیبی ابن الأُقلیشی،متوفی ٥٥٥ھ،مطبوعۃدارابن حزم،بیروت، الطبعۃالاولی ١٤٢٤ھ

6۔ **البحرالرائق شرح کنزالدقائق:** زین الدین ابراھیم بن محمد بن نجیم المصری متوفی ٩٧٠ھ،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطعۃ الاولی١٤١٨ھ

7۔ **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:** ابوبکربن مسعود الکاسانی، الحنفی متوفی٥٨٧ھ،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی ١٤١٨ھ





8۔ **البنایۃ فی شرح الھدایۃ:** امام بدرالدین محمودبن احمدالعینی،الحنفی متوفی ٨٥٥ھ، مطبوعۃ دار الفکر بیروت،الطبعۃ الثانیۃ ١٤١١ھ

9۔ **بہارشریعت:** علامۃ مفتی ابوالعلیٰ امجد علی الاعظمی الحنفی متوفی ١٣٧٦ھ، مطبوعۃ شیخ غلام علی اینڈسنز،لاھور

10۔ **تبلیغی نصاب:** مولانامحمدزکریاسہارنپوری متوفی ١٤٠٢ھ،مطبوعۃ ادارہ اشاعتِ دینیات انارکلی،لاھور

11۔ **تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق:** فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی، الحنفی متوفی ٧٤٣ھ،مطبوعۃالمطبعۃالکبری الامیریۃ،مصر،الطبعۃالاولی ١٣١٣ھ

12۔ **تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین:** قاضی محمد بن علی الشوکانی الظاھری متوفی ١٢٥٠ھ،مطبوعۃ دار الجیل، بیروت،الطبعۃ الاولی ١٤١٩ھ

13۔ **التحقیق فی احادیث الخلاف:** ابوالفرج عبدالرحمان ابن الجوزی، الحنبلی متوفی ٥٩٧ھ مطبوعۃدارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ١٤١٥ھ

14۔ **تفسیرالقرآن العظیم:** ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمربن کثیر الشافعی متوفی٧٧٤ھ ، مطبوعۃ دار المعرفۃ بیروت ،الطبعۃالاولی ١٤٠٦ھ

15۔ **تلخیص الحبیرفی تخریج احادیث الرافعی الکبیر:** احمدبن علی بن حجر العسقلانی،الشافعی متوفی٨٥٢ھ،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی١٤١٩ھ

16۔ **جامع البیان عن تأویل آي القرآن(تفسیرطبری) :** امام ابوجعفرمحمد

بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ،مطبوعة دار الفکر ،بیروت طبعة ۱۴۱۵ھ

17۔ **جلاء الافهام فی الصلاۃ والسلام علی خیرالانام:** محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزیة،الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ ،مطبوعة دار عالم الفوائد،مکة المکرمة، الطبعة الاولی ۱۴۲۵ھ

18۔ **جمع الجوامع:** جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی، متوفی ۹۱۱ھ ،مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۲۱ھ

19۔ **جواهرالبحار فی فضائل النبی المختار:** یوسف بن اسماعیل النبهانی، متوفی ۱۳۵۰ھ، مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ

20۔ **حاشیة السندهی علی النسائی:** ابوالحسن محمدبن عبدالهادی السندی، الحنفی متوفی ۱۱۳۸ھ ،مطبوعة دار المعرفة،بیروت،الطبعة الثالثة ۱۴۱۴ھ

21۔ **حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:** سیداحمدالطحطاوی،الحنفی متوفی ۱۲۳۱ھ ،مطبوعة المکتبة الانصاریة، افغانستان،و دارالکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۱۸ھ

22۔ **خلق افعال العباد:** امام ابی عبد اللّٰہ محمد بن اسمعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ ،مطبوعة مؤسسة الرسالة، بیروت،الطبعة الثالثة ۱۴۱۱ھ

23۔ **الدرالمختار:** علاؤالدین بن محمد الحصکفی،الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ،مطبوعة داراحیاء التراث العربی، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ

24۔ **ردالمحتار علی الدرالمختار:** سید محمد امین بن عابدین الشامی، الحنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ،مطبوعة داراحیاء التراث العربی ،بیروت الطبعة الاولی



۱۴۱۹ھ

25۔ **الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور:** جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی،الشافعی متوفی ۹۱۱ھ ،مطبوعة دار الفکر، بیروت ،طبعة ۱۴۱۴ھ

26۔ **الدرالمنضود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود ﷺ:** احمد بن محمد بن حجر الهیتمی المکی،الشافعی متوفی ۹۷۵ھ ،مطبوعة دار المدینة المنورة،الطبعة الثانیة ۱۴۱۶ھ

27۔ **دلائل النبوۃ ومعرفة احوال صاحب الشریعة ﷺ:** ابوبکراحمد بن حسین البیهقی،الشافعی متوفی ۴۵۸ھ ،مطبوعة دار الکتب العلمیة بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۰۵ھ

28۔ **زوائدالمسنداحمد:** عبداللّٰہ بن احمدبن حنبل متوفی ۲۹۰ھ، مطبوعة دار البشائر الاسلامیة، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۱۰ھ

29۔ **سعادۃالدارین فی الصلاۃ علی سیدالکونین ﷺ:** قاضی یوسف بن اسماعیل النبهانی متوفی ۱۳۵۰ھ ،مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ

30۔ **سنن ابن ماجة:** امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن یزید متوفی ۲۷۳ھ ،مطبوعة دار المعرفة، بیروت،الطبعة الثانیة ۱۴۱۸ھ

31۔ **صحیح ابن خزیمة:** امام محمد بن اسحاق بن خزیمة متوفی ۳۱۱ھ ، مطبوعة المکتب الاسلامی، بیروت،الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ

32۔ **العلم الهیب من الکلم الطیب:** محمودبن احمدبدرالدین العینی متوفی ۸۵۵ھ ،مطبوعة مکتبة الرشد،الریاض،الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ

32۔ **عمل الیوم واللیلۃ:** ابوبکراحمدبن محمدالدینوری المعروف بابن السنی متوفی۳۶۴ھ،مطبوعۃ موسسۃ الکتب الثقافیۃ،الصنائع،الطبعۃ الاولی۱۴۰۸ھ

33۔ **فتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ:** علی بن سلطان محمدالقاری متوفی۱۰۱۴ھ،مطبوعۃ دارارقم،بیروت،الطبعۃ الاولی۱۴۱۸ھ

34۔ **فضائل درود شریف:** زکریابن یحيٰ الکاندھلوی،ثم سہارنپوری متوفی۱۴۰۲ھ ،مطبوعۃ دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت

35۔ **الفقہ الاسلامی وادلتہ:** دکتوروھبۃ الزحیلی(معاصر)،مطبوعۃ دارالفکردمشق،الطبعۃ الثالثۃ۱۴۰۹ھ

36۔ **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ:** محمد بن عبد الرحمن السخاوی الشافعی متوفی ۹۰۲ھ ،مطبوعۃ مؤسسۃ الریان، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ

37۔ **کتاب الدعاء:** ابوالقاسم سلیمان بن احمدالطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی۱۴۱۳ھ

38۔ **کفایۃ الحاجۃ فی شرح ابن ماجۃ:** ابوالحسن محمدبن عبدالھادی، التتوی،السندی،ثم المدنی متوفی۱۱۳۸ھ،مطبوعۃ دار المعرفۃ،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ۱۴۱۸ھ

39۔ **الکلم الطیب:** احمدبن عبدالحلیم بن تیمیۃ الحرانی الدمشقی،الحنبلی متوفی ۷۲۸ھ،مطبوعۃ مکتبۃ المعارف ،الریاض،الطبعۃ الثانیۃ۱۴۲۲ھ

40۔ **الموطا:** امام مالک بن انس الاصبحی متوفی۱۷۹ھ،مطبوعۃ



دارالمعرفۃ، بیروت ، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ

41۔ **المبسوط:** شمس الدین محمدبن احمدالسرخسی ،متوفی ۴۸۳ھ، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت ،الطبعۃ الاولیٰ۱۴۲۱ھ۔

42۔ **مجمع الزوائدومنبع الفوائد:** حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی متوفی۸۰۷ھ،مطبوعۃ دار الفکر، بیروت،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

43۔ **مختصر کتاب قیام اللیل:** تقی الدین احمد بن عبد القادرالمقریزی متوفی ۸۴۵ھ ،مطبوعۃدارالکتب العلمیۃ،بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

44۔ **مراقی الفلاح بامدادالفتاح:** حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی، الحنفی متوفی۱۰۶۹ھ،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی۱۴۱۵ھ

45۔ **مرقاۃالمفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح:** علی بن سلطان محمد المعروف بملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مطبوعۃ المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ.

46۔ **المستدرک علی الصحیحین:** امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشا پوری متوفی۴۰۵ھ،مطبوعۃ دارالمعرفۃ، بیروت،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

47۔ **مسندابی یعلی الموصلی:** امام احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی۳۰۷ھ،مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۸ھ

48۔ **المسند:** ابوبکرعبداللّٰہ بن محمدابن ابی شیبۃ متوفی۲۳۵ھ،مطبوعۃ دارالوطن، بیروت ،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

49- **المسند**: امام احمدبن حنبل متوفی ۲۴۱ھ،مطبوعة عالم الکتب، بیروت، الطبعة الاولی۱۴۱۹ھ

50- **المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ (یعنی صحیح مسلم)**: امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری متوفی ۲۶۱ھ، مطبوعةدار السلام، الریاض ،الطبعةالاولیٰ ۱۴۱۹ھ

51- **مشکوۃالمصابیح**: ولی الدین ابوعبدالله محمدبن عبدالله الخطیب التبریزی متوفی۷۴۲ھ مطبوعةشرکةدارارقم بن ابی الارقم،بیروت،۱۴۱۷ھ

52- **مصابیح السنة**: محیی السنة حسین بن مسعودالفراء البغوی،الشافعی متوفی۵۱۶ھ،مطبوعة دار المعرفة، بیروت،الطبعةالاولی ۱۴۰۷ھ

53- **مصباح اللغات**: عبدالحفیظ بلیاوی ،مطبوعة مدینةپبلشنگ کمپنی، کراچی،طبع اول۱۹۸۲ء

54- **المصنف**: امام عبد الرزاق بن همام الصنعانی متوفی۲۱۱ھ ،مطبوعة دارالکتب العلمیة، بیروت،الطبعةالاولیٰ ۱۴۲۱ھ

55- **المصنف** : امام ابوبکر عبدالله بن محمدبن ابی شیبة متوفی ۲۳۵ھ، مطبوعةدارالکتب العلمیةبیروت ،الطبعةالاولی ۱۴۱۶ھ

56- **مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات**: محمدمهدی الفاسی متوفی۱۱۰۹ھ مطبوعة المکتبة النوریة الرضویة، لائلپور(فیصل آباد)

57- **معالم التنزیل فی التفسیروالتاویل(تفسیربغوی)**: امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی۵۱۶ھ،مطبوعةدارالمعرفة، بیروت،







الطبعةالثالثة۱۴۱۳ھ

58- **المنتقیٰ** : عبد الله بن علی بن جارودنیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ،مطبوعة دارالکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی۱۴۱۷ھ

59- **میزان الکبری الشعرانیة**: عبد الوهاب الشعرانی،الحنفی الشافعی متوفی۹۷۳ھ،مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت،الطبعة الاولی۱۴۱۸ھ

60- **نتائج الافکارفی تخریج احادیث الاذکار**: احمدبن علي بن حجر العسقلانی متوفی۸۵۲ھ،مطبوعة دارابن کثیر،دمشق،الطبعة الاولی ۱۴۲۱ھ

61- **نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة**: جمال الدین عبد الله بن یوسف الزیلعی متوفی۷۶۲ھ،مطبوعةدارالکتب العلمیة،بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۶ھ

62- **نیل الاوطارشرح منتقی الاخبار**: محمدبن علی بن محمدالقاضی الشوکانی متوفی۱۲۵۵ھ،مطبوعة دارالمعرفة،بیروت،الطبعة الاولی۱۴۱۹ھ

63- **الوابل الصیب من الکلم الطیب** :محمدبن ابی بکربن قیم الجوزیة متوفی۷۵۱ھ،مطبوعة المکتب الاسلامی،بیروت،الطبعة الاولی۱۴۱۸ھ

64- **الهدایةشرح بدایةالمبتدی**: ابوالحسن علی بن ابی بکرالمرغینانی، الحنفی متوفی ۵۹۳ھ ،مطبوعة داراحیاء التراث العربی، بیروت،الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

# اظہارِ تشکّر

اظہار شکر کے بارے میں سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مطابق تین باتیں لازم ہیں۔

۱۔ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے تو تم اسکو بدلہ دو۔

۲۔ اگر نہ دے سکو تو اس کے لیے دعا کرو، یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے بدلہ اتار دیا۔ (مسند احمد رقم الحدیث ۵۳۶۵)

۳۔ اگر تمہارے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اپنے محسن کی تعریف کرو۔ جس نے تعریف کی اس نے شکریہ ادا کر دیا اور جس نے نہ کی تو اس نے ناشکری کی۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۰۳۴)

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے اس ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے یہ احقر سبب تالیف میں بعض حضرات کے حق میں دعا اور اظہار شکر کر چکا ہے، اور کتاب کے اختتام پر دوسرے تمام محسنین ومعاونین کے لیے دعا اور شکر پر مبنی الفاظ بھی لکھ چکا ہے۔

البتہ دو خاص کرم فرما حضرات کا شکریہ ادا کرنا باقی ہے۔

﴿۱﴾ میرے اُستاذِ محترم حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی مدظلہ العالی، مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور۔ آپ نے اس رسالہ کو انتہائی غور وخوض سے پڑھا اور اصلاح وتصحیح فرمائی۔

﴿۲﴾ میرے مخلص دوست حضرت علامہ مولانا محمد لطیف فیضی حفظہ اللہ تعالیٰ، آپ نے بھی اس رسالہ کو امعانِ نظر سے پڑھا اور اصلاح فرمائی۔



راقم الحروف استاد صاحب کی اس پر خلوص شفقت پر ممنون اور سراپا شکر ہے، اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے علم دوست، مشفق وکریم علماء اور اساتذہ کرام کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے، اور اُستاذ صاحب اور میرے مخلص دوست دونوں کو دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں، کامرانیوں اور کامیابیوں سے نوازے، جنت الفردوس میں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کا قرب خاص نصیب فرمائے، اور اہل اسلام کو ان کے علم وعمل اور فیض وبرکات سے دنیا وآخرت میں بہرہ ور فرمائے۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَآءِ وَالدِّيْنِ، آمِيْنَ!

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، بِجَاهِ حَبِيْبِكَ نَبِيِّكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَطْيَبُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ۔

## مصنف کی دوسری تصانیف کا تعارف

### ﴿1﴾ - "انوار العرفان فی اسماء القرآن"

یہ اس ناکارہ کی ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تصنیف ہے۔ اس کی طباعت سے قبل تقاریظ لکھوائی گئیں اور نہ ہی طباعت کے بعد کوئی تقریب رونمائی وغیرہ کرائی گئی۔ اس کے باوجود الحمدللہ! اسے خوب پذیرائی حاصل ہوئی، خصوصاً علماء کرام کے ہاں پسند فرمائی گئی۔

اب جب رسالہ ھٰذا کی طباعت کا وقت آیا تو حضرت قبلہ قاری نیاز احمد سعیدی مدظلہ العالی نے حکماً فرمایا کہ چند سطور "انوار العرفان فی اسماء القرآن" کے تعارف میں ضرور لکھی جائیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر اپنی کتاب کے تعارف میں کیا لکھوں؟ بالآخر یہ بات ذہن میں آئی کہ جن کرم فرماؤں نے ازخود اس کتاب کی تعریف وتعارف میں زبانی اور تحریری جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اسی کو یہاں نقل کردیا جائے۔

### (1) علامہ محمد شریف نوری، شرقپوری، مدنی مدظلہ کے تأثرات

آپ فقیہ اعظم ابوالخیر مولانا محمد نوراللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ایک عرصہ سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ہی آپ کے ساتھ لاہور کے ایک عالم دین نے تعارف کرایا۔ میں اپنے ساتھ اپنی کتاب کا ایک نسخہ محمد حسین گجراتی ثم المدنی کے لیے لے گیا تھا، کیونکہ انہوں نے 1996ء میں مجھے خاصی



قیمتی کتابیں مدینہ طیبہ سے دلائی تھیں، مگر اب (2007ء میں) وہ مجھے نہ مل سکے۔ لہٰذا دوسرے روز میں نے اپنی کتاب کا وہ نسخہ علامہ موصوف کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ نے اٹھارہ (۱۸) دن میں اسے مکمل پڑھ لیا اور بذریعہ فون ایسے الفاظ سے میری حوصلہ افزائی فرمائی کہ خوشی سے میرے آنسو جاری ہوگئے۔ نیز آپ نے بعض اغلاط کی نشاندھی بھی فرمائی۔ دوسری بار فون فرمایا تو بزرگانہ شفقتوں کیساتھ مزید کام کرنے کی نہ صرف تلقین فرمائی بلکہ ایک مخصوص موضوع کے لیے قلم اٹھانے پر زور دیا اور تعاون کی پیش کش بھی فرمائی، جزاہ اللہ تعالیٰ عن العلم والعلماء والدین۔

(2) اسلام آباد (Ghq) میں ہمارے ایک کرم فرما (علامہ نور محمد فاروقی مدظلہ) خطیب ہیں، تقریباً گذشتہ سترہ (17) سال سے انکے ساتھ کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے بعض احباب جو کہ حجاز مقدس کے شہر "ابھاء" کی یونیورسٹی میں پروفیسر رہ چکے ہیں اور آج کل قرآن کریم کے بعض موضوعات پر (Phd) کررہے ہیں۔ انہوں نے کچھ کتابیں خریدیں تو بقول اُن کے جس کتاب کو انہوں نے سب سے زیادہ جامع اور مدلل پایا وہ "انوار العرفان فی اسماء القرآن" تھی۔ پھر انہوں نے اس کتاب کا تذکرہ علامہ نور محمد فاروقی کے سامنے کیا تو فاروقی صاحب جستجو میں لگ گئے کہ کہیں اس کتاب کا مصنف وہی ظہور احمد تو نہیں جس سے ایک عرصہ قبل تعارف تھا۔ سو تقریباً (17) برس بعد یہ کتاب ہماری دوبارہ ملاقات اور اخلاص پرمبنی محبت کا باعث ثابت ہوئی۔

(3) جب یہ کتاب تکمیل پذیر تھی تو متعدد احباب نے اس پر تقریظات لکھوانے کا

مشورہ دیا تھا لیکن میں نے بلا تکبر انہیں عرض کیا تھا کہ مجھے بیساکھیوں پر نہیں چلنا، البتہ یہ ارادہ ضرور تھا کہ بعض ماہناموں میں اس کتاب کا تعارف چھپواؤں گا، مگر یہ ارادہ بھی سستی کی نذر ہوتا رہا، مگر بھلا ہو اُن اہلِ کرم کا جنھوں نے از خود اس کتاب کا تعارف پیش فرمادیا۔ اس سے میری مراد **ابنِ فقیہِ اعظم حضرت علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی** کی شخصیتِ مبارکہ ہے۔ آپ نے اس ناکارہ کی کتاب کا جو تحریری تعارف کرایا ہے اُسے پڑھ کر مجھے شرمندگی سی ہوتی ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ اُن کی طرف سے میرے حق میں دعائیہ جملے ہیں۔ آپ میری کتاب کا نام درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اسماء قرآن کی روشنی میں فضائل وعلوم قرآن اور مقام صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب، جسے (یہاں بہاری القاب تھے جو میں نے حذف کر دیئے۔ فیضی) ظہور احمد فیضی (یہاں بھی احقر کی حیثیت سے بلند الفاظ مرقوم تھے جو حذف کر دیئے گئے۔ فیضی) نے بڑی عرق ریزی سے تصنیف کیا ہے۔ (آگے لکھتے ہیں:)

کتاب زندہ قرآنِ حکیم ایک جامع اور شک وشبہ سے بالا کتاب ہے، اس میں دین ودنیا کے تمام امور کا حل موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی ناقص فہم کی بنا پر کوئی ان مفاہیم ومطالب کی گہرائی اور گیرائی تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ مشہور قاعدہ ''كَثْرَةُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰى شَرَفِ الْمُسَمّٰى'' (ناموں کی کثرت مسمّٰی کے شرف پر دلالت کرتی ہے) کے مصداق قرآن کریم کے متعدد اسماء مبارکہ ہیں، جن سے اس کتاب مجید کی گوناگوں شانوں اور فضیلتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر اسماءِ



قرآن کے تعارف میں تحریر کی گئی ہے، چنانچہ فاضل مصنف نے قرآن کریم میں سے ایک سو ایک اور احادیثِ مبارکہ سے چوبیس اسماء اخذ کیے ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں مجموعی طور پر قرآن کریم کے سوا سو (125) ناموں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

یوں تو فضائلِ قرآن پر متعدد کتب تحریر کی گئیں، مگر اس کتاب کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں شعوری طور پر یہ حسین کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کیساتھ ساتھ صاحبِ قرآن کی عظمت اور آپ ﷺ کی محبت کی حلاوت بھی شامل کی جائے، کیوں کہ اس کے بغیر قرآنی نور اور ہدایت کا حصول ناممکن ہے۔ دل میں عظمت ومحبت رسول (ﷺ) ہو تو قرآنی مطالب ومفاہیم آشکار ہوتے ہیں، اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ کتاب سنت واوصاف مصطفیٰ ﷺ کا بھی بہترین مرقع ہے۔

کتاب کی یہ خوبی بھی قابلِ بیان ہے کہ اس میں مکمل حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے، ماٰخذ ومراجع کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو فاضل مصنف کی محنت، جدید طبع ہونے والی کتب تک رسائی اور کثرتِ مطالعہ کی داد دینی پڑتی ہے، چنانچہ اس کتاب کی تیاری میں (584) کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کہنے کو تو یہ کتاب اسماءِ قرآن کا تعارف ہے، مگر درحقیقت مضامین ومطالب کا بحرِ عمیق ہے، جس میں تفسیر، حدیث، عقائد، فضائل، قرأتِ نماز کے مسائل، تبلیغ کی اہمیت، قرآن کی جامعیت فہم قرآن کے لیے حدیث کی ناگزیریت، علم غیب (یعنی جامعیتِ علوم) مصطفیٰ ﷺ، اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ ختم نبوت، (کی روشنی میں علوم مصطفےٰ ﷺ) خلق محمد (کی روشنی میں علوم مصطفےٰ ﷺ)، نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ (کے حوالے سے روح قرآن کا حصول) درود وسلام کی اہمیت (اور اس کے ذریعہ حصولِ ہدایتِ قرآن کی ضمانت)، تفسیر وتاویل کی تشریح، حفظِ قرآن

کی اہمیت وفضیلت، تلاوتِ قرآن میں اکابر کے معمولات، تجوید وترتیل کی توضیح، امام ومرشد کے لیے ضروری علم، قرآنی اوراد ووظائف، تعویذات کی شرعی حیثیت، قرآنِ کریم کے آداب وغیرہ موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

احقر نے اس کتاب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے، امید ہے کہ عوام وخواص کے لیے بے حد نافع اور مصنف کے لیے زادِ آخرت ثابت ہوگی۔ اس عمدہ تصنیف پر مصنف لائق صد مبارک باد ہیں، امید کہ وہ قرطاس وقلم سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے سلسلۂ تصنیف جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے علم اور عمل میں برکت فرمائے۔ (آمین، فیضی)

صفحات ۹۹۰ (فہرست مضامین کے صفحات کیساتھ ۱۰۱۲، فیضی) بڑا تفسیری سائز، طباعت وجلد عمدہ، ہدیہ درج نہیں، (پانچ سو: بارعایت ۳۰۰ سو روپے، فیضی)

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار روڈ، لاہور

مکتبہ باب العلم، جامعہ صوت القرآن، مسجد الفاروق، ۲۰ ورس روڈ، باغبانپورہ، لاہور

(ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، صفحہ 54,55

مئی 2006ء، ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ)

## ﴿۲﴾ شرحِ خصائصِ علی رضی اللہ عنہ

''خصائصِ علی رضی اللہ عنہ'' یہ کتاب صحاح ستہ کے مصنفین میں سے مشہور ترین محدث امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ یہ ایسے اعلیٰ جذبہ اور اس قدر بلند مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی تھی کہ دنیاؤ آخرت میں اس سے اعلیٰ جذبہ اور بلند مقصد اور کوئی بھی نہیں ہوسکتا، اور وہ ہے ایمان کی حفاظت۔ سیدنا



مولا علی رضی اللہ عنہ وَكَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے ساتھ محبت ایمان ہے اور آپ کے ساتھ بغض منافقت۔ واقعہ یہ ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ملکِ شام کا دورہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے اکثر لوگ حکومتِ بنو اُمیہ کے زیرِ اثر رہنے کے باعث، یا اُن کے بُرے جراثیم سے متاثر ہونے کی وجہ سے بُغضِ علی کے مرض میں مبتلا تھے۔ آپ نے ''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ'' (دین سراسر خیر خواہی ہے) کے جذبہ سے سرشار ہوکر اُن کے ایمان کے علاج کی غرض سے ایک قیمتی نسخہ ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' کے نام سے تجویز فرمایا مگر نادان مریضوں نے نہ صرف یہ کہ اس نسخہ کی بے قدری کی بلکہ اپنے مسیحا کو تہِ تیغ کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ الغرض ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' اُس شہیدِ علی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم القدر تصنیف ہے۔

یہ احقر بلا مبالغہ عرض کرتا ہے کہ اس نے اس عظیم الشان کتاب کی تخریج، تحقیق اور تشریح پر بحث ونظر کے ساتھ ایسی محنت کی ہے کہ اس سے پہلے اس کتاب پر ایسی محنت کبھی بھی نہیں ہوئی، مگر میں نے خود پر جن شرائط وضوابط کو لاگو کر کے اس کتاب پر کام کرنا شروع کیا تھا بعض مرتبہ وہ شرائط وضوابط پورے نہیں ہوتے تو کام میں تعطل آجاتا ہے، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں تمام ضروری سہولتیں مہیا فرمائے تا کہ یہ عظیم الشان کتاب جلد مکمل ہوجائے۔

## ﴿۳﴾ لطافتِ جسمِ مصطفیٰ ﷺ (تکمیل پذیر ہے)

اس میں نبی کریم ﷺ کے جسم کی نفاست ولطافت پر انتہائی مدلل گفتگو کی گئی ہے، یہ ایسی لطافت ونفاست تھی جس کے باعث نبی کریم ﷺ کا پسینہ مبارک حتیٰ کہ تمام فضلات

شریفہ خوشبودار، پاک، بابرکت اور باعثِ شفا تھے۔ احقر تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا ہے کہ ترتیب، تحقیق اور مکمل حوالہ جات کے لحاظ سے اس سے قبل اس موضوع پر کسی زبان میں کوئی کتاب نہیں آئی۔

## ﴿۴﴾ موضوع حدیث کا حکم

یہ کتاب ترتیب، تدوین اور کمپوزنگ کے مراحل طے کر چکی ہے، صرف نظر ثانی کا مرحلہ باقی ہے۔ اس کتاب میں عظمتِ حدیث، محدثین کی محنتِ شاقہ، سند کی اہمیت اور سند کا اس امت کی خصوصیت ہونا وغیرہ امور پر سیر حاصل معلومات ہیں۔ اسکے مطالعہ سے قاری کے اندر پختہ بات کرنے کی عادت اور خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ واعظین اور بے بنیاد روایات، حکایات اور من گھڑت مبشرات (خواب) بیان کرنے والے لوگوں کی آخرت سنوارنے کے لیے یہ کتاب ان شاء اللہ انمول نعمت ثابت ہوگی۔

## ﴿۵﴾ شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

محبت نبوی ﷺ کے بغیر کوئی عمل قطعاً قبول نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔

## ﴿۶﴾ فلسفۂ زوجیت

ترتیب، تدوین اور تحقیق کے مراحل میں ہے۔

﴿۷﴾ ننگے سر نماز کی عادت؟ (ایک تحقیقی شرعی جائزہ) زیر ترتیب ہے۔

ظہور احمد فیضی

فون:042.6842582 موبائل:0300.4881239

# عطاءِ جلی شرح خصائصِ علی رضی اللہ عنہ

ان شاء اللہ عنقریب شائع ہونے والی ہے

## چند خصوصیات:

- مکمل عربی متن مع سند قائم رکھا گیا ہے،
- سابقہ عربی طبعات میں جو غلطیاں تھیں ان کی اصلاح کی گئی ہے،
- ہر حدیث کی مکمل تخریج اور تشریح کی گئی ہے،
- سند کے لحاظ سے علماء اصول حدیث سے ہر حدیث کا درجہ بیان کیا گیا ہے،
- ہر حدیث پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا متین جواب دیا گیا ہے،
- مصنف (امام نسائی رحمہ اللہ) کے قائم کردہ عنوانات کی روشنی میں خصوصیات مولا علی رضی اللہ عنہ پر مفصل گفتگو کی گئی ہے،
- متن میں مذکور پنجتن پاک علیہم السلام کا تعارف اور ان کے اہم فضائل و خصائص پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
- جدید و قدیم تمام ناصبی اعتراضات کا انتہائی علمی اور مہذب رد کیا گیا ہے،
- کتاب کے آخر میں بترتیب حروف ہجا فہرست اطراف الحدیث دی گئی ہے،
- مآخذ و مراجع (پانچ سو سے زائد کتب) کی فہرست مع سنہ طباعت اور مطبع وغیرہ پیش کی گئی ہے۔